سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۳۷

راہِ ادب واعتدال

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ١٣٧

راہِ ادب و اعتدال

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت و ارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف وتالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض وبرکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : راہِ ادب و اعتدال

واعظ :عارف باللہ مجدِدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ : ۱۴ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۸۲ء بروز جمعۃ المبارک

مرتب :جناب سید عمران فیصل صاحب (خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخِ اشاعت : یکم محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۵ء

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ: +92.21.34972080، +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

راہِ ادب و اعتدال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱﴾ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾[1]

سورۂ فتح اور سورۂ حجرات میں ربط

آج سورۂ حجرات کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے۔ یہ سورت چھبیسویں پارے میں سورہ فتح کے بعد نازل ہوئی۔ سورۂ فتح اور سورۂ حجرات میں یہ ربط ہے کہ سورۂ فتح میں اللہ تعالیٰ نے اصلاحِ عالم کے لیے جہاد کے احکام نازل فرمائے ہیں جبکہ سورۂ حجرات نفوس کی اصلاح کے لیے نازل فرمائی۔ اسی لیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سورۂ فتح کے اندر اللہ تعالیٰ نے اصلاحِ عالم بالجہاد کا حکم نازل فرمایا ہے اور سورۂ حجرات میں اصلاحِ نفس بالارشاد کے مسائل ہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانوی کے تو الفاظ ہی ماشاء اللہ عجیب ہوتے ہیں۔

اسلام تلوار سے نہیں پھیلا

جہاد میں تلوار کے ذریعے آفاقِ عالم کی اصلاح ہوتی ہے کیوں کہ جب دشمن مغلوب

---

[1] الحجرات:۱-۲

ہو جاتے ہیں تو دین کے احکام کے نفاذ میں آسانی ہوتی ہے۔ اسلام تو تلوار سے نہیں پھیلتا لیکن ایمان والوں کے لیے جور کاوٹیں ہوتی ہیں وہ ہٹ جاتی ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے وہ بالکل غلط کہتے ہیں، تلوار کے زور پر آپ ذرا کسی سے نماز پڑھوا لیجیے، وہ کیسی نماز پڑھے گا؟ اگر آپ تلوار لے کر کسی سے کہیں کہ چلو مسجد اور پڑھو نماز، تو وہ بے وضو ہی پڑھ لے گا۔ لیکن کیا صحابہ کی نمازیں ایسی تھیں؟ ان کے سجدے، ان کے رکوع اور ان کا اللہ سے تعلق کا کیا عالم تھا! ایسی عاشقانہ نمازیں اور خدا سے یہ عشق و محبت تلوار سے نہیں عطا ہوتی۔

سورۂ حجرات کے بارے میں کچھ عرض کرنے سے پہلے چند متفرقات عرض کرتا ہوں کیوں کہ اگر مضمون لمبا ہو گیا تو یہ باتیں بھول سکتا ہوں۔

اللہ کا نام لینے سے کیا ملتا ہے؟

ایک چیز تو یہ عرض کرنی ہے کہ جس قدر و منزلت سے اللہ کا نام لینا چاہیے بعض لوگ ویسی قدر سے اللہ کا نام نہیں لیتے۔ جب سو سو کے نوٹ گنتے ہیں وہ بھی نفع والے، مثلاً آپ نے ایک ہزار روپے کی زمین خریدی اور دس ہزار کی بیچی تو نو ہزار کا جو نفع آیا جب آپ نفع میں ملنے والے سو سو کے وہ نوٹ گنتے ہیں تو جو مزہ نوٹوں کے گننے میں آپ کو ملتا ہے، جو مزہ شامی کباب اور بریانی میں ملتا ہے، جو مزہ ٹیڈیوں اور سینما دیکھنے میں ملتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اللہ کا نام لینے میں وہ مزہ نہیں ملتا، دنیائے حقیر اور دنیائے فانی کی چیزوں میں تو مست ہونا آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نام لینے کو بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں کیا ملتا ہے؟ اللہ اللہ کہنے میں کیا ملا؟ نہ ہاتھ میں لڈو آیا نہ شامی کباب آیا، نہ بریانی آئی نہ نوٹ آئے، نہ ٹیڈی ملی نہ ٹیڈا ملا، نہ مکان ملا نہ دولت ملی، میں نے ایک ہزار دفعہ اللہ اللہ کہا لیکن مجھے کیا ملا؟ ایسے سوال کرنے والوں کو آج ذرا سمجھانا چاہتا ہوں کہ اللہ کا نام لینے سے کیا ملتا ہے۔

ذکر کرنے والا اللہ کے دروازے تک پہنچ جاتا ہے

حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ کا نام لینے کی توفیق ہو گئی، درود شریف، تلاوت، ذکر اللہ وغیرہ کی توفیق ہو گئی تو وہ اللہ کے

دروازے پر پہنچ گیا۔ کیا بندے کا اپنے کریم مالک کے دروازے پر پہنچنا انعام نہیں ہے؟ ہم ذات محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے، اس کے راستے کی کوئی انتہاء نہیں، اگر یہ غیر متناہی راستہ آپ کے ذکر اللہ کرنے سے طے ہو گیا، آپ کی محدود طاقت سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا غیر متناہی، غیر محدود راستہ طے ہو گیا تو کیا یہ اللہ کا کرم نہیں ہے؟ آپ کی قوت محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور ان کا راستہ غیر محدود ہے۔ اسی لیے سالک کسی مقام پر قائم نہیں رہتا، اس کی ساری زندگی ترقی ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ آخر عمر میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیتے ہیں۔

ذکر میں سستی کرنے کی بے برکتی

ذکر کی برکت سے ذاکر اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پہنچ جاتا ہے، بشرط یہ کہ ذکر میں دوام ہو، اگر سستی اور غفلت سے ناغہ کرتا ہے تو یہ برکت اس کو حاصل نہیں ہوگی۔ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے بلا ضرورت ذکر اور تلاوت چھوڑ دی، ضرورت اور معذوری یا بیماری تو مستثنیٰ ہے، لیکن اگر بدونِ ضرورت یعنی ضرورت اور مجبوری سے نہیں بلکہ سستی و غفلت سے ذکر چھوڑ دیا کہ ارے بھائی روز تو تلاوت کرتے ہیں آج رہنے دو، یا کوئی دوست آگیا اور اس سے گپ شپ لڑائی جارہی ہے یا مہمان کا بہانہ بنا دیا کہ آج ہمارے مہمان آگئے تھے، خالہ آگئی تھیں، نانی اماں آگئی تھیں یا آج کل امتحان ہو رہے ہیں۔ غرض ایسے ہزاروں عذر پیش کر دیے۔

تو جس نے مجبوری اور بیماری سے ذکر چھوڑا وہ تو مستثنیٰ ہے لیکن جس نے غفلت اور سستی سے اللہ کا ذکر چھوڑا تو مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ کے شارح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص اللہ سے اعراض کرنے والا ہے اِذَا تَرَکَ الطَّاعَۃَ بِغَیْرِ ضُرُوْرَۃٍ فَکَاَنَّہٗ اَعْرَضَ عَنْ عِبَادَۃِ الْمَوْلٰی جس نے بلاضرورت اپنا معمول چھوڑ دیا اس نے اپنے مالک کی عبادت سے اعراض کیا، فَیَسْتَحِقُّ الْمَقْتَ وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہو گیا۔ اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا وَاِنْ قَلَّ اللہ کو سب سے پیارا عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو چاہے تھوڑا ہو۔ یہاں اَحَبُّ الْاَعْمَالِ

سے مراد نوافل ہیں، آپ فرائض و واجبات کو قلیل نہ کر دینا کہ چار فرض کے بجائے دو ہی فرض پڑھنے لگو۔ ملا علی قاری نے اَحَبُّ الْاَعْمَال کی شرح کی ہے اَفْضَلُ الْاَوْرَاد، اَحَبُّ کی شرح اَفْضَل سے اور اَعْمَال کی شرح اَوْرَاد سے کی۔[۲]

ذکر اپنی من مانی سے نہیں کرنا چاہیے

جو اپنی من مانی سے ذکر کرتا ہے اسی کا ذکر چھوٹتا ہے، جو اپنی مرضی سے زیادہ ذکر کرلیتا ہے وہ ہی آخر میں تھک کر چھوڑ دیتا ہے۔ اور جو کسی اللہ والے کے مشورے سے ذکر کرتا ہے جیسے کوئی ڈاکٹر یا حکیم کے مشورے سے دوا کھاتا ہے وہ غلط دوا نہیں کھائے گا، اسے ضرورت سے زیادہ دوا کھانے کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور جو کتابوں سے پڑھ پڑھ کر وظیفہ شروع کرتے ہیں ان کا حال بس کچھ نہ پوچھو، ایسے ہی لوگ پاگل و مجنوں اور دیوانے ہو جاتے ہیں، وظیفہ پڑھا، مزہ آیا تو بہت زیادہ پڑھ لیا۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اپنا کوئی مربّی اور مشیر رکھو، اس کو اپنے حالات سے باخبر کرتے رہو، اس کے سائے میں رہو اور اس کے پاس آتے جاتے رہو۔ ذکر اللہ کے ساتھ ساتھ صحبت اہل اللہ بھی ضروری ہے، اگر ذکر اللہ ہے، عبادت بہت ہے مگر صحبت اہل اللہ نصیب نہیں ہے تو اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی، اس کے اخلاقِ رذیلہ کی اصلاح نہیں ہوگی، ذکر کا سارا نور شیطان منٹوں میں خالی کرادے گا۔ جیسے کوئی شخص بازار سے پانی کی ٹنکی لایا جس میں ٹونٹی لگی ہوئی تھی، رات کو اسے پانی سے بھر دیا مگر ٹونٹی بند کرنا بھول گیا، اب صبح اٹھا تو بڑا خوش تھا کہ رات کو پانی سے ٹنکی بھری ہے، اخبار میں آیا تھا کہ دو روز پانی نہیں آئے گا۔ تو پہلے تو بڑے خوش ہوئے مگر جب ٹنکی کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ٹونٹی بند نہیں کی تھی لہٰذا سارا پانی بہہ کر ضایع ہو گیا اور ٹنکی خالی ہوگئی۔

ذکر کے نور کی حفاظت کے راستے

جو لوگ اللہ کا ذکر بھی کر رہے ہیں، علم دین بھی حاصل کر رہے ہیں لیکن آنکھوں

---

۲ مرقاۃ المفاتیح: ۳/۲۸۵(۱۲۴۲)، باب القصد فی العمل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

کی ٹونٹیاں کھلی ہوئی ہیں یعنی آنکھوں سے بد نگاہی کا سلسلہ جاری ہے، کانوں سے غیبت سننے اور گانا سننے کا سلسلہ ہے، زبان سے غیبت کرنا اور مسلمانوں کا مذاق اڑانا، ساتھیوں کا عیب نکال کر ہنسنا اور ان پر تبصرے کرنا بھی جاری ہے، دل میں بدگمانیوں کا مرض بھی ہے، دل میں بلا دلیل بدگمانی رکھے ہوئے ہیں تو ان کا کیا حال ہوگا۔ میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے ایک بات فرمائی ہے کہ نیک گمان کرکے بلا دلیل ثواب لے لو، اللہ تعالیٰ اس کی دلیل نہیں پوچھیں گے کہ تم نے مسلمانوں کے ساتھ نیک گمان کیوں کیا؟ مگر برے گمان پر دلیل کا مطالبہ ہوگا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ کہاں جھگڑے میں پڑتے ہو، مفت میں ثواب لو، کیوں اپنے اوپر مقدمہ چلوا رہے ہو؟ تو یہ سب کیا ہے کہ رات بھر ذکر اور تلاوت کی، تہجد پڑھی، سجدے میں روئے اور صبح اٹھتے ہی ساری ٹونٹیاں کھول دیں، سڑکوں پر عورتوں کو گھور رہے ہیں، اخبار کے اسٹال پر سے گزرے جہاں فلمی اشتہار لگے ہیں ان کو دیکھ رہے ہیں، سب ٹونٹیاں کھول رہے ہیں اور سارا نور نکل رہا ہے۔ اہل اللہ کی صحبت میں ان ٹونٹیوں کے اسکرو ٹائٹ کیے جاتے ہیں۔ اللہ والوں کی صحبت اس لیے ضروری ہے کہ وہ تمہاری کان کی، زبان کی، آنکھوں کی ٹونٹیوں کو کس کر ٹائٹ کر دیں تاکہ اللہ کا خوف تمہارے دلوں میں اتنا آجائے، اللہ کا ایسا استحضار ہو کہ ہر وقت دل میں یہ احساس رہے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ اہل اللہ کی برکت سے ان شاء اللہ ایسا یقین، ایسا ایمان قلب میں اتر جائے گا کہ تم گناہ کرتے وقت لرز جاؤ گے، پسینے چھوٹ جائیں گے، اگر کہیں غلط جگہ نگاہ پڑ جائے گی تو دل پر پریشانی کا عالم طاری ہو جائے گا کیوں کہ ایمان کامل عطا ہو جائے گا، کامل کی صحبت سے ایمانِ کامل عطا ہوتا ہے، ناقص کی صحبت سے ایمان کامل نہیں ملتا، کامل کامل بناتا ہے، آدمی کو آدمی دوسرا آدمی ہی بناتا ہے، کتاب آدمی نہیں بناتی، لہٰذا کسی کامل یعنی اللہ والے کی صحبت میں رہو۔

میں یہ بات عرض کر رہا تھا کہ ذکر اللہ کی برکت سے انسان اللہ کریم کے دروازے تک پہنچ جاتا ہے۔ اب میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ صاحب ذکر سے کیا ملتا ہے۔ تو میرے دوستو کیا یہ انعام کم ہے، کیا یہ معمولی انعام ہے کہ اللہ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ ایک شخص نے حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت میں اللہ اللہ کرتا ہوں، درود شریف پڑھتا ہوں مگر کوئی نفع معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب

نے فرمایا کہ ارے ظالم یہ کیا کم نفع ہے کہ تو اللہ کا نام لیتا ہے، ایسی بڑی ذات، ایسے کریم مالک، ایسے محبوب مالک کا نام لینے کی تم کو توفیق ہوگئی، ان کا نام لینے کی توفیق ہونا کیا کم انعام ہے؟

اکابر کی ذکر پر مداومت

اور ملا علی قاری نے جو فرمایا ہے اس پر تو مجھے وجد آگیا۔ اسی ہفتے میں نے یہ مضمون دیکھا ہے کہ اللہ کا نام لینے والا اللہ کے دروازے تک پہنچ جاتا ہے، مگر وہی شخص پہنچتا ہے جو ذکر پر دوام رکھے، وظیفہ نہ چھوڑے، ناغہ نہ کرے اور سستی نہ کرے۔ میرے شیخ اوّل حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک سو چار درجے کا بخار تھا، اس وقت حضرت جونپور میں بخاری شریف پڑھاتے تھے، حضرت مولانا اصغر میاں دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جو مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے وہ بھی وہیں پڑھاتے تھے۔ جونپور میں شیر شاہ سوری کی بنوائی ہوئی شاہی مسجد حضرت کے مدرسے کے قریب تھی۔ تو حضرت نے فرمایا کہ مجھے پھوڑا نکلا ہوا تھا اور میں ایک سو چار بخار میں تڑپ رہا تھا لیکن میں نے ذکر اللہ نہیں چھوڑا، میں نے اپنے شاگرد سے کہا کہ بیٹے! مسجد کی محراب میں رضائی بچھا دو۔ پھر اسی بخار کی حالت میں لیٹ گئے اور لیٹے لیٹے وہ سارا وظیفہ پورا کرلیا جو حضرت کے شیخ حکیم الامت حضرت تھانوی نے بتایا تھا۔

تارک ذکر کی مردہ دلی کی مثال

جب اللہ کا نام زندگی بن جائے تو بیماری کیا چیز ہے، ان کے نام کے بغیر تو زندگی بے لطف ہو جاتی ہے۔ مجھے ایک شعر یاد آیا جس کا پہلا مصرع اختر کا ہے اور دوسرا مصرع مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا ہے جو اکابر مشائخ میں سے ہیں ؎

تجھے بھول کر کے میں مر گیا
تیرا نام لے کے میں جی اُٹھا

جس نے اللہ کو بھلایا اس کو موت آگئی، اس کا دل مر چکا ہے، وہ نام کا زندہ ہے، حقیقت میں اس کی زندگی نہیں ہے، لیکن کچھ دن اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر اس میں نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اللہ جو زندگی عطا کرنے والا ہے کیا ان کا نام لینے سے زندگی نہیں ملے گی؟ جو ہمیں پیدا

کرنے والا، زندگی بخشنے والا ہے، کیا ان کے نام لینے سے زندگی نہ آئے گی؟ اور مرنے والوں پر مرنے سے مُردگی اور مردہ پن پیدا نہ ہوگا؟ جو کسی مرنے والے پر مرتا ہے اس کا دل مردہ ہوجاتا ہے، اسی وقت دل میں بے کیفی پیدا ہوجاتی ہے، اگر دل بے حس نہ ہوگیا ہو جیسے کوئی مردہ لاش کو کھالے اس وقت دل کی جو کیفیت ہوتی ہے وہی گناہ کرنے سے ہوتی ہے۔ اب دوسرا شعر ایک بزرگ کا پیش کرتا ہوں ؎

تیرا ذکر ہے میری زندگی
تیرا بھولنا میری موت ہے

سبحان اللہ! کاش کہ یہ مقام اللہ ہم سب کو عطا کردے کہ ان کو بھول جانے کو، ان کی نافرمانی کرنے کو ہم اپنی موت سمجھیں اور ان کی عبادت اور ان کے نام لینے کو اپنی زندگی سمجھیں۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں **بِخِلَافِ الْمُدَاوِمِ عَلَى الْبَابِ**[۳] جو دروازے پر ہمیشہ پڑا رہتا ہے یعنی جو لوگ اپنے معاملات میں دوام رکھتے ہیں۔ سبحان اللہ! ملا علی قاری نے اس عبارت سے تصوف کا مسئلہ بیان کردیا کہ جو اللہ اللہ کرتا ہے، ذکر اللہ کرتا ہے گویا وہ اللہ کے دروازے پر دوام رکھتا ہے، اپنے کریم کے دروازے پر ہمیشہ پڑا رہتا ہے، یہ کیا کم انعام ہے؟

حضرت عبد اللہ ذو البجادین کا عاشقانہ ذکرِ الٰہی

حضرت عبد اللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پڑے رہتے تھے، ان کے پاس گھر نہیں تھا، غریب تھے۔ جب رات ہوجاتی تھی تو عشاء پڑھ کر روکھی سوکھی کھاتے اور چوں کہ سونے کی جگہ نہیں تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے کی چوکھٹ کے سامنے لیٹ کر اللہ کا ذکر شروع کردیتے تھے۔[۴] ایک دن ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا اتنے زور زور سے شور مچاتے ہو؟ ان کو خیال ہوا کہ شاید یہ ریاکاری سے ایسا کرتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ کا عاشق ہے۔[۵]

[۳] مرقاۃ المفاتیح: ۳/۲۸۵ (۱۲۴۲)، باب القصد فی العمل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۴] سنن ابن ماجہ: ۲۲۴ (۱۵۵۹)، باب ماجاء فی حفر القبر، المکتبۃ الرحمانیۃ

[۵] کنز العمال: ۱۳/۴۸۳ (۳۷۲۶۸)، باب فضائل الصحابۃ علی ترتیب حروف، حرف العین، مؤسسۃ الرسالۃ

عاشقوں کو پابند مت کرو، عاشقوں کے نعرے پر پابندی کا لائسنس نہیں ہے، وہ اسے ضبط نہیں کرسکتے ورنہ ان کے دل کا انجن پھٹ جائے گا۔ جب ریل کے انجن کی اسٹیم تیز ہوجاتی ہے تو ڈرائیور ڈھکنا کھول دیتا ہے تاکہ زاید اسٹیم نکل جائے ورنہ انجن پھٹ جائے گا۔

بعض خشک قسم کے اہلِ ظاہر حضرات جن کو کسی کے دردِ محبت کی قدر و منزلت نہیں وہ بعض رونے والوں کو، نعرہ مارنے والوں کو اپنی نادانی اور ناسمجھی سے کہتے ہیں کہ کیوں شور مچاتے ہو؟ حالاں کہ ایسے لوگ اپنی اس کیفیت میں معذور ہوتے ہیں، ان کی اس کیفیت کو اللہ والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ایئر پورٹ سے سفر پر جانے لگے تو ایک آدمی رونے لگا۔ حضرت نے فرمایا کہ رونے کو ضبط نہ کرنا ورنہ دل پر اثر پڑ جائے گا۔ چناں چہ وہ خوب رو لیے اور ایک مرتبہ جب انہوں نے ضبط کیا تھا تو کئی روز تک دماغ صحیح نہیں رہا تھا۔ اہل اللہ محققین کی یہ شان ہوتی ہے۔

حضرت عبد اللہ ذو البجادین کی ایک قابلِ رشک فضیلت

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ جو ذکر کو، اپنے معمولات کو ہمیشہ پورا کرتا ہے، تلاوت، اشراق، اوّابین جو کچھ بھی اس کے شیخ نے بتایا ہے تو ایسا شخص بِخِلَافِ الْمُدَاوِمِ عَلَی الْبَابِ ہے، یعنی اللہ کا ذکر کرنا اللہ کے دروازے پر پڑے رہنا ہے۔ جیسے حضرت عبد اللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ راتوں کو درِ رسول پر پڑے رہتے تھے، کیوں کہ ان کا کوئی گھر نہیں تھا، لیکن جب ان کا انتقال ہوا تو رات کے وقت مدینہ منورہ میں شور مچا کہ قبرستان جنت البقیع میں چراغ جل رہے ہیں۔ اس زمانے میں یہ ہی اعلان ہوتا تھا، قبرستان میں روشنی سے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ کسی کا جنازہ آیا ہے، تو لوگ وہاں پہنچ گئے، ان میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے تو انہوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اترے ہوئے ہیں اور رسولِ خدا کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں اور آپ صحابہ سے ارشاد فرمارہے ہیں کہ عبد اللہ ذوالبجادین جو زندگی بھر میرے دروازے پر پڑا رہا اس کے جنازے کو میرے ہاتھوں پر رکھ دو، یہ نبی کے ہاتھوں سے دفن ہوگا کیوں کہ رسولِ خدا کے دروازے پر پڑا رہتا تھا۔ معلوم ہوا کہ

جو جس کے دروازے پر پڑا رہتا ہے اس پر خصوصی کرم ہوتا ہے۔ جس کو اللہ کے ذکر کی توفیق ہو جائے وہ اللہ کے دروازے پر پڑا ہوا ہے، کیا اس پر اللہ کا خصوصی کرم نہ ہو گا؟

میں تو کہتا ہوں کہ ملا علی قاری کی اس عبارت کا مزہ لو، یہاں اہل علم حضرات بھی موجود ہیں اور وہ طلبہ بھی جو صرف و نحو سے واقف ہیں۔ **بِخِلَافِ الْمُدَاوِمِ عَلَى الْبَابِ** جو **مُدَاوِمِ عَلَى الذِّكْرِ** ہیں وہ گویا **عَلٰی بَابِ الذِّكْرِ** ہیں۔ **اَلْبَاب** میں الف لام بمنزلہ مضاف الیہ ہے، گویا اس کریم کے دروازے پر پڑے ہوئے ہیں، اور کریم کے دروازے تک پہنچنا کیا کم انعام ہے؟ لہٰذا جو لوگ کہتے ہیں ذکر سے کیا ملا تو یہ نادانی کی بات ہے۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ ذکر میں مزہ نہیں آتا۔ ارے ایک دن مزہ بھی آئے گا۔ جب تک دروازے کے باہر ہو دروازہ کھٹکھٹاتے رہو یعنی اللہ اللہ کرتے رہو، کسی دن دروازہ کھول دیں گے تب اندر جاؤ گے، اسی دن مزہ ملے گا، مزہ تو اندر ملتا ہے باہر تھوڑی ملتا ہے۔ لیکن شکر ادا کرو کہ باہر تک تو پہنچ گئے، دروازے تک تو پہنچ گئے لہٰذا ابھی سے مزے کا انتظار مت کرو، بس دروازہ کھٹکھٹائے جاؤ۔ جب وہ دروازہ کھول دیں گے تب درباری بنو گے، پھر اندر جانے کا موقع ملے گا اور ان شاء اللہ قربِ خاص عطا ہو گا، پھر ایک اللہ کہو گے تو زمین سے آسمان تک شربت روح افزا کا مزہ ملے گا، ہمدرد دواخانہ بھی اتنا شربت سپلائی نہیں کر سکتا جو ایک اللہ کہنے سے ملتا ہے۔ جو اللہ سارے عالم کو شکر دیتا ہے، سارے عالم کی چینی پیدا کرتا ہے، اس اللہ کا نام لینے میں تمہیں معلوم ہو گا کہ سارا عالم شربتِ روح افزا سے بھرا ہوا ہے، سبحان اللہ۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب فرماتے ہیں۔

میں دن رات رہتا ہوں جنت میں گویا
میرے باغ دل میں وہ گل کاریاں ہیں

یعنی اللہ کے نام کی مٹھاس اور اللہ کے نام کی برکت سے میرے قلب کا کیا عالم ہوتا ہے، کچھ نہ پوچھو۔

اولو الالباب سے کون لوگ مراد ہیں؟

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِذَا تَرَكَ الطَّاعَةَ بِغَيْرِ ضَرُوْرَةٍ فَكَاَنَّهٗ اَعْرَضَ عَنْ عِبَادَةِ الْمَوْلٰى فَيَسْتَحِقُّ الْمَقْتَ بِخِلَافِ الْمُدَاوِمِ عَلَى الْبَابِ فَيَسْتَحِقُّ اَنْ يُّعَدَّ مِنَ الْاَحْبَابِ وَيُعَدَّ مِنْ اَرْبَابِ اُولِي الْاَلْبَابِ[6]

جس نے سستی اور غفلت کی وجہ سے ذکر اللہ اور معمولات چھوڑ دیے وہ مولیٰ کی (نفلی) عبادت سے اعراض کرنے والا اور اللہ کے غصے کا مستحق ہوگیا۔ اس کے برعکس جو اپنے معمولات پورے کرتے رہتے ہیں (اور بدون شدید مجبوری کے نہیں چھوڑتے) یہ مستحق ہیں کہ اللہ ان کو اپنے احباب میں شامل کرلے اور ان کا شمار اُولُوا الْاَلْبَابِ میں کیا جائے۔

اُولُوا الْاَلْبَابِ سے مراد اہل عقل ہیں۔ اور اہل عقل کون ہیں؟ قرآن پاک میں ہے اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ[7] اہل عقل حقیقت میں اہلِ ذکر ہیں۔ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں وہی اہل عقل ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَدَّمَ الذِّكْرَ عَلَى الدَّوَامِ عَلَى التَّفْكِيْرِ لِلتَّنْبِيْهِ عَلٰى اَنَّ الْعَقْلَ لَا يَفِيْ بِالْهِدَايَةِ مَالَمْ يَتَنَوَّرْ بِنُوْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى[8]

کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے ذکر کو زمین و آسمان میں غور و فکر کے بیان پر مقدم کیا، تاکہ اس بات پر تنبیہ ہوجائے کہ عقل اس وقت تک ہدایت نہیں پاسکتی، جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے نور سے منور نہ ہوجائے۔ معلوم ہوا ہے کہ اہل ذکر ہی اصل میں اہل عقل ہیں۔

ذکر اللہ کے انعامات

اب یہ بات سمجھانی ہے کہ ذکر اللہ سے کیا ملتا ہے؟ کیوں کہ اسی ہفتے میں نے یہ حدیث اور مرقاۃ سے اس کی شرح پڑھائی ہے۔ تو ملا علی قاری کی اس عبارت سے مجھے مزہ آگیا کہ اللہ کا نام مداومت سے لو۔ حدیث سے بھی ذکر اللہ کے بارے میں ملا علی قاری کی اس

[6] مرقاۃ المفاتیح:۳/۲۸۵(۱۲۴۲)،باب القصد فی العمل،دار الکتب العلمیۃ،بیروت
[7] اٰل عمرٰن:۱۹۱
[8] روح المعانی:۴/۱۵۹،اٰل عمرٰن(۱۹۱)،دار احیاء التراث،بیروت

شرح کی تائید ہوتی ہے۔ حدیث قدسی ہے اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ[۹] جب بندہ میرا نام لیتا ہے، اللہ اللہ کرتا ہے، ذکر کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں، میں اس کا جلیس ہوتا ہوں، میں اس کے ساتھ ہی رہتا ہوں۔ گویا وہ اللہ کے پاس بیٹھا ہے، سبحان اللہ اور کیا چاہیے؟ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں اور بھوکا کیا چاہے دو روٹی اور عاشق کیا چاہے اللہ میاں کا قرب۔ اللہ کا عاشق اور کیا چاہے گا؟ ذکر کی برکت سے ہم ان کے پاس بیٹھ گئے۔ فرشی عرشی ہو گیا، سبحان اللہ۔ اللہ نے ذکر میں کیا اثر رکھا ہے، غیر محدود کے ذکر میں اثر بھی غیر محدود ہوتا ہے، اگرچہ ذاکر محدود ہے، ضعیف ہے، کمزور ہے لیکن غیر محدود کے ذکر کی برکت کا اثر بھی غیر محدود ہوتا ہے کیوں کہ اس کی برکت سے زمین سے عرش تک کا راستہ طے ہو جاتا ہے اور بندہ منٹوں میں اللہ تک پہنچ جاتا ہے، اللہ کے نام کی برکت سے فرش والا عرش والا بن جاتا ہے۔

اللہ سے مانگنے کا طریقہ

ایک بات تو یہ بتانی تھی اور دوسری چیز یہ عرض کرنی ہے کہ کسی کو کوئی حاجت یا پریشانی درپیش ہو، کسی کا مکان نہیں بک رہا ہو، کسی کی بیٹی کا رشتہ نہیں مل رہا ہو، کسی کا امتحان قریب ہو، کسی کا دماغ کمزور ہو، کسی کو بدنگاہی کے مرض سے نجات نہ ملتی ہو، کسی کو عشقِ مجازی کی نحوست سے نجات نہ ملتی ہو، کسی کو تمنا ہو کہ میں سعودی عرب چلا جاؤں، یہاں اس کی تنخواہ کم ہو۔ غرض یہ کہ انسان کی ہزاروں حاجتیں ہیں، ان میں کچھ آخرت کی حاجتیں ہیں اور کچھ دنیا کی حاجتیں ہیں۔ تو اس کا ایک نسخہ عرض کر رہا ہوں جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی شریف میں نقل کیا ہے۔ احادیث کی چھ بڑی کتابیں ہیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی۔ یہ چھ کتابیں ہیں جن کو پڑھ کر آدمی عالم ہوتا ہے۔ ان میں ترمذی شریف کی روایت کو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ جب کوئی پریشانی یا حاجت پیش آئے چاہے وہ حاجت انسان سے متعلق ہو یا اللہ سے متعلق ہو۔ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں۔ پوری روایت نقل کر رہا

---

۹ شعب الایمان للبیہقی: ۲/۱۷۱(۶۷۰)، مکتبۃ الرشد

ہوں کہ جب کسی کو کوئی خاص ضرورت پیش آجائے جس کا تعلق انسان سے ہو یا اللہ تعالیٰ سے ہو مثلاً آپ کو ٹکٹ لینے جانا ہے، لائن لمبی ہے، اب فکر ہے کہ پتا نہیں ٹکٹ ملے یا نہ ملے، غرض انسان سے کوئی ضرورت پیش آجائے یا اللہ میاں سے کچھ عرض کرنا ہے تو دو رکعات نماز پڑھو، اس کا نام نمازِ حاجت ہے۔

سب سے بُرا چور نماز میں چوری کرنے والا ہے

ساری زندگی کے لیے اس نسخے کو یاد کرلو، یہ بڑی مزے دار چیز بیان کررہا ہوں۔ کیوں کہ حاجت سب کو پیش آتی ہے، لیکن مانگنے کا طریقہ معلوم نہیں ہوتا لہٰذا آج مانگنے کا طریقہ سیکھ لو۔ اور یہ مانگنا کون سِکھا رہا ہے؟ جسے دینا ہے۔ اللہ میاں کو دینا ہے اور وہی طریقہ بھی سِکھا رہے ہیں کہ کیسے مانگنا ہے؟ اور طریقہ سِکھانے والا بھی بڑا مستند ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کتنا مستند ہے۔ تو دو رکعت خوب اطمینان اور سکون سے پڑھو، جلدی جلدی نہیں پڑھو، مرغی کی طرح چونچ نہ مارو جیسے مرغی ٹک ٹک کرکے دانہ چگتی ہے۔ نماز میں چوری نہ کرو کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے برا چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کوئی کیسے چوری کرتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کی چوری یہ ہے کہ رکوع صحیح نہیں کیا، رکوع سے سیدھے کھڑے نہیں ہوئے اور جلدی سے سجدے میں چلے گئے، ایک سجدے کے بعد کمر سیدھی نہیں کی ذرا سا سر اٹھایا اور دوبارہ سجدہ کرلیا، جلد بازی کرنا اور رکوع اور سجدہ صحیح نہ کرنا نماز کی چوری ہے، یہ شخص نماز کا چور ہے، یہ اَسْوَءُ السَّارِقِیْن ہے، سب چوروں سے برا چور ہے۔ جو اللہ کی عبادت میں چوری کررہا ہے یہ سب چوروں سے برا چور ہے۔

دعا مانگنے کے آداب

جب دو رکعت پڑھ لو تو اللہ کی کچھ تعریف کرو، اب آپ کہیں گے کہ ہمیں تعریف کرنا بھی سکھلاؤ۔ تو اللہ میاں نے اپنی تعریف کرنا بھی سکھلا دی، الحمدللہ پوری پڑھ لو تو اللہ تعالیٰ کی تعریف ہوگئی۔ میرے شیخ اوّل حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جب بھی دعا مانگتے تھے پوری الحمد للہ پڑھتے تھے، چناں چہ یہ دعا مانگنے کی تمہید بھی ہے۔ جو القاب و آداب اللہ نے بیان کیے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے صدر مملکت خود مضمون بیان کرے کہ ہمارے پاس درخواست بھیجنا تو ایسے لکھنا۔ تو اللہ میاں نے درخواست کا مضمون خود ہی نازل کردیا، ہمیں بنانے کی ضرورت نہیں ہے، نہ ہی کسی ٹائپسٹ سے مشورہ کرنا ہے کہ کمشنر صاحب کو درخواست دینی ہے کیسے لکھوں؟ کیا طریقہ ہے؟ اور ٹائپسٹ تو فیس بھی لیتے ہیں۔ لیکن اللہ میاں نے عام کردیا کہ ہمارے مانگنے میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، سورۂ فاتحہ یعنی الحمدللہ پوری پڑھ لو بس حمد و ثناء ہوگئی۔ اب ترکیب یاد ہوگئی کہ پہلے دو رکعت صلوٰۃ الحاجت سکون اور اطمینان سے پڑھی، یہ ایک نسخہ ہوگیا، دوسرا نسخہ اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے، الحمدللہ یعنی پوری سورہ فاتحہ پڑھ لی، یہ دوسرا نسخہ ہوگیا اور تیسرا نسخہ ہے کہ درود شریف پڑھ لو۔ اسے ترتیب وار اپنی ڈائری میں نوٹ کرلیجیے تاکہ زندگی بھر نہ بھولیں۔ پہلے دو رکعت اطمینان و سکون سے پڑھیے، نماز میں چوری نہ کیجیے، نہ جلد بازی کیجیے۔ نمبر دو اللہ تعالیٰ کی تعریف کیجیے یعنی پوری الحمد شریف پڑھ لیجیے اور نمبر تین درود شریف پڑھ لیجیے۔ اس کے بعد صلوٰۃ الحاجت کی دعا پڑھیے جو مسنون دعاؤں کی کتابوں میں لکھی ہوتی ہے، وہ دعا یہ ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ أَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ
وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَّا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ
وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ[۱۰]

دعائے صلوٰۃ الحاجات کا عاشقانہ ترجمہ

اب اس کا ترجمہ بھی کرتا ہوں تاکہ سمجھنے میں آسانی رہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ کے جو حلیم ہے کریم ہے، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ پاک ہے وہ اللہ جو عرش عظیم کا رب ہے، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اور سب

[۱۰] جامع الترمذی: ۱/۱۰۸-۱۰۹، باب ما جاء فی صلوٰۃ الحاجۃ، ایچ ایم سعید

تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے عالم کا پالنے والا ہے، أَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ یا اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں ایسے اعمال کا جو آپ کی رحمت کو وجوبِ احسانی کے طور پر ہم پر واجب کر دیں، وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ اور ہم آپ کی بخشش کے عزائم مانگتے ہیں یعنی ایسے ارادے مانگتے ہیں جن پر آپ کی بخشش نازل ہو، مغفرت نازل ہو، کیوں کہ اچھے اچھے ارادے بھی اللہ کی طرف سے عطا ہوتے ہیں، اگر وہ اچھے ارادوں کی توفیق نہ دیں تو بس پتنگ بازی، کھیلنے کودنے میں، ڈائجسٹ پڑھنے میں اور اخبار ریڈیو میں آدمی لگ جاتا ہے۔ لہٰذا مغفرت کے ارادے بھی اللہ کی طرف سے مانگے جارہے ہیں۔ اور یہ کون سِکھا رہا ہے؟ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سِکھا رہے ہیں۔

وَ الْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ اور آپ ہمیں ہر نیکی کی غنیمت دے دیں۔ جہاد میں کافروں کا جو مال ملتا ہے اس کو غنیمت کہتے ہیں۔ تو اے اللہ! ہر نیکی کی غنیمت دے دیں یعنی نفس اور شیطان سے جہاد میں جو نیکیوں کا ڈھیر ہو ہم اسے لوٹ لیں مثلاً نفس نے کہا کہ سڑک پر جارہے ہو تو اس حسین کی صورت کو دیکھ لو، بڑی اچھی شکل ہے۔ شیطان نے بھی کہا کہ ہاں ہاں دیکھ لو ایسا موقع شاید پھر نہ ملے۔ تو اگر آپ یہ دعا پڑھ کر گھر سے نکلیں جو میں پڑھ رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں اچھا ارادہ ڈال دیں گے یعنی تقویٰ میں مدد کریں گے، نفس و شیطان سے جہاد میں آپ جیت جائیں گے اور دل میں مالِ غنیمت یعنی حلاوتِ ایمانی مل جائے گی کیوں کہ نگاہ بچانے پر اللہ کا وعدہ ہے کہ اسے ایمان کی مٹھاس ملے گی۔ حسن کا حلوہ چھوڑا جس سے غلاظت نکلتی ہے اور حفاظتِ نظر کا حلوہ کھایا جس سے نور بنتا ہے۔ وَ السَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ اے اللہ ہر برائی سے ہم کو محفوظ رکھیے، ہر گناہ سے ہم کو سلامتی دیجیے۔ سبحان اللہ، کیسی پیاری دعا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس میں دنیا و آخرت کی ساری حاجتیں شامل ہیں، اس کو پڑھنے والا دنیا کی بھی ساری نعمتیں سمیٹ لے گا اور آخرت کی بھی ساری بھلائی لے لے گا، ان شاء اللہ۔ اے ہمارے رب! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پاک پر رحمتیں نازل فرمائیے جنہوں نے امت کو ایسے نسخے عطا فرمائے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ ِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَأَھْلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ خَلْقِ كُلِّھِمٖ

آگے ہے لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ میرے اللہ میرا کوئی گناہ نہ چھوڑیئے گا، سب معاف کردیں، وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ اور ایسا کوئی فکر و غم نہ ہو جسے آپ نہ کھولیں یعنی غم و فکر کے سارے بادل چھانٹ دیجیے، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اے تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے! میری ایسی تمام حاجتیں پوری فرمادیجیے جن سے آپ راضی ہوں۔ یہاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رضا کی شرط لگادی یعنی ہماری جن خواہشات سے آپ راضی ہوں، اگر ہماری کسی خواہش سے آپ راضی نہیں ہیں مگر ہمارا نفس اسے مانگتا ہے تو اے خدا ہمیں وہ نہ دیجیے۔ اس پر خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

جو ان کی خوشی ہے وہی میری بھی خوشی ہے

جا دل تجھے چھوڑا کہ جدھر وہ ہیں ادھر ہم

یعنی جدھر ہمارے اللہ کی خوشی ہے ہم اس طرف رہیں گے، نفس کی طرف نہیں جائیں گے اس لیے یہ قید لگادی۔ ترمذی شریف کی یہ دعا آپ لوگ نقل کرلیں اور یاد کرلیں۔

ہر شخص اپنی فہم کے مطابق طلب کرتا ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کی طلب اس کے حوصلے اور اس کی ہمت پر ہے۔ جیسے ایک دیہاتی مانگے گا تو دال ہی مانگے گا۔ ایک بکری چرانے والے نے جب اکبر بادشاہ کو دیکھا تو پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ ہندوستان کا بادشاہ ہے۔ تو اس نے کہا کہ یہ کہاں رہتا ہے؟ بتایا کہ قلعے میں رہتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ اچھا بادشاہ کے پاس تو بڑا خزانہ ہوتا ہے، پھر تو روز دال پیتے ہوں گے۔ اس بے چارے کو دال نہیں ملتی تھی تو اس نے مارے حیرت کے کہا کہ تب تو روزانہ دال پیتے ہوں گے۔ کیوں کہ وہ بے چارہ مہینے میں بس ایک دن دال کھاتا تھا، باقی دن پیاز روٹی یا چٹنی روٹی کھاتا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ ؎

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست

ہر شخص کے حوصلے، ہر شخص کی ہمت اور عقل و فہم الگ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روضۂ مبارک پر ایک شخص حاضر ہوا، اس نے کہا کہ یا اللہ اپنے نبی کے صدقے میں ایک

بکری ہم کو دے دیجیے۔ وہ بے چارہ اتنا غریب تھا کہ اس نے بس ایک بکری مانگی۔

حضرت ابو بکر کا خدا سے خدا کو مانگنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کہا کہ اے اللہ اپنے نبی کے صدقے میں آپ ہمیں خود اپنے کو دے دیجیے، میں آپ سے آپ ہی کو مانگتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر نے روضۂ مبارک پر یہ دعا کی کہ اے اللہ! رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہم تجھ سے تجھ ہی کو مانگتے ہیں۔ اس واقعے کے بعد شیخ العرب و العجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جن کی قبر مکہ شریف میں ہے ان کی اس دعا کی قدر ہوئی جو وہ غلاف کعبہ پکڑ کر مانگتے تھے کہ

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

یا اللہ کعبہ تیرا گھر ہے، یہاں لاکھوں کروڑوں حاجی آئے ہوئے ہیں کوئی تجھ سے کھانا مانگ رہا ہے، کوئی بیوی مانگ رہا ہے، کوئی بچہ مانگ رہا ہے، کوئی تجارت اور کوئی کچھ مانگ رہا ہے، اے اللہ! میں آپ سے آپ ہی کو مانگتا ہوں۔ سبحان اللہ، ان اللہ والوں کے قدموں کی خاک بھی مل جائے تو آنکھوں میں لگالوں۔ یہ ہیں اللہ والے، ان کی قدر و منزلت کو پہچان لو کہ یہ لوگ کہاں تک پہنچے ہیں۔ جگر کے استاد اصغر گونڈوی اللہ والے صاحب نسبت بزرگ شاعر تھے، وہ فرماتے ہیں۔

نظر وہ ہے جو اس کون و مکاں سے پار ہو جائے
مگر جب روئے تاباں پر پڑے بے کار ہو جائے

حسینوں پر مرنے والوں کی مردہ خور گِدھ سے مثال

مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ ایک جانور ہے اس کا نام کرگس ہے جس کو اُردو میں گِدھ کہتے ہیں۔ جب دیہاتوں میں کوئی بھینس بکری مر جاتی ہے تو بڑے بڑے پروں والے بہت سے پرندے آتے ہیں جو اس کو کھاتے ہیں۔ اس کا نام فارسی میں کرگس اور اردو

میں گِدھ ہے۔ تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جو شخص گناہوں میں مبتلا ہے اور مرنے سڑنے، گلنے والی لاشوں کے تصورات میں غرق ہے تو یہ کرگس ہے، اس کی روح گِدھ ہے جو مردہ کھا رہی ہے۔ اور اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ ؎

باز سلطانم گشم نیک و پیم
فارغ از مر دارم و کرگس نیم

میں اپنے پیر و مرشد شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے اور طفیل میں باز شاہی ہو چکا ہوں، باز شاہی کبھی مردار جانور نہیں کھاتا، کبھی مردہ لاش نہیں کھاتا، وہ بادشاہ کی کلائی پر بیٹھا بادشاہ کی آنکھوں کو دیکھتا رہتا ہے، اپنی آنکھوں سے بادشاہ کی آنکھوں کو ملائے رہتا ہے اور بادشاہ کے قرب کی دولت سے مالا مال رہتا ہے۔ تو مولانا رومی اپنی روح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اپنے شیخ اور مرشد حضرت شمس الدین تبریزی کی صحبت کے صدقے میں اب میں باز شاہی ہو چکا ہوں، اللہ کا نیک بندہ بن گیا ہوں، میں مردہ کھانے سے فارغ ہو چکا ہوں، میری روح کو اللہ نے مردہ کھانے سے پاک کر دیا ہے۔ جو کسی مردہ کو دیکھتا ہے اگرچہ وہ زندہ شکل میں چل پھر رہا ہے مگر وہ اس کے حسن کو بڑی للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتا ہے تو حقیقت میں یہ مردہ گوشت کھا رہا ہے، ہر حسین زندہ لاش ہے کیوں کہ ایک نہ ایک دن وہ مرے گا یا مرے گی۔

ابدال بننے کا نسخہ

مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ میں اپنے شیخ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں مردار کھانے سے فارغ ہو چکا ہوں، مردہ لاشوں کے کھانے سے فارغ ہو چکا ہوں، میں اب کرگس نہیں ہوں، میری کرگسی صفات، میرے کرگسی اخلاق باز شاہی کے اخلاق سے تبدیل ہو چکے ہیں۔ اسی کا نام ابدال ہے۔ اولیاء اللہ کا ایک طبقہ ہے جس کو ابدال کہتے ہیں، ان کا ایک قدم یہاں اور دوسرا قدم شام میں یا مکہ میں ہوتا ہے۔ تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ابدال بننے کا نسخہ میں بتاتا ہوں، اس سے بہت جلدی ابدال بن جاؤ گے۔ لیکن ویسے ابدال نہ بننا جیسے ایک صاحب نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا تھا کہ فلاں صاحب تو ابدال ہو گئے۔ حالاں کہ ان کی زندگی سنت کے خلاف تھی۔ تو مولانا تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ جی ہاں پہلے گوشت تھے اب دال ہو گئے۔ تو اصلی ابدال بننے کا نسخہ مولانا رومی بیان کرتے ہیں۔

کیست ابدال آں کہ او مبدل شود
خمرش از تبدیل یزداں خل شود

ابدال وہ ہے جو اپنے برے اخلاق اور اعمال کی اصلاح کر لے، اس کے برے اخلاق اچھے اخلاق سے بدل جائیں۔ ابدال اصل میں الف کے زیر کے ساتھ اِبدال ہے، باب اِفعال سے مصدر بمعنیٰ مفعول ہے یعنی بدلا ہوا۔ جس کے برے اخلاق اچھے اخلاق سے بدل جائیں، جس کے برے اخلاق کی اصلاح ہو جائے بس وہی ابدال ہے۔

علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے اندر یہ پورا واقعہ موجود ہے کہ صدیق اکبر نے تو یہ دعا مانگی کہ یا اللہ میں آپ سے آپ ہی کو مانگتا ہوں جبکہ بے چارہ دیہاتی یہ کہہ رہا تھا کہ یا اللہ ایک بکری دے دیجیے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم نے "اخلاقِ سلف" کے نام سے اس کتاب کا ترجمہ کر دیا ہے۔ مولانا علی میاں ندوی نے اور بڑے بڑے اکابر نے اس کو پسند کیا ہے۔ میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے مجھے خط لکھا کہ اس کتاب کو شایع کر دو، میں نے کتب خانہ مظہری سے اس کو شایع کر دیا ہے، اس کا نام ہے "اخلاق سلف" یعنی اولیاء اللہ کے اخلاق۔ اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب کے کلام کا مجموعہ "عرفان محبت" بھی کتب خانہ نے شایع کر دیا ہے جس پر مولانا علی میاں ندوی کی تقریظ بھی ہے۔ یہ حضرت کا معرفت سے بھرا ہوا عجیب کلام ہے۔

اللہ کے عاشقوں کا بلند مقام

تو زندگی میں کبھی حضرت صدیق اکبر والی دعا بھی مانگ لو، حاجی امداد اللہ صاحب نے تو مانگ لی ہے۔ اگر اللہ کے کسی سچے عاشق کو حضرت صدیق اکبر کی اس دعا کی خبر بھی نہ ہو تو اگر وہ سچا عاشق ہے تو خود ہی اس دعا کو مانگ لے گا۔ حضرت حاجی صاحب عالم پورے نہیں تھے اگرچہ عالم گر تھے، علماء کے شیخ تھے لیکن ملا علی قاری کی یا مولانا عبد الوہاب شعرانی کی

کتابیں تھوڑی پڑھی تھیں۔ ان کی عاشقی کا مقام ہی اتنا بلند تھا کہ انہوں نے اللہ سے اللہ کو مانگ لیا۔ ایسی باتیں اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے دلوں میں خود ہی ڈال دیتے ہیں۔ لہٰذا اللہ سے کبھی اس کو مانگ بھی لیا کرو ورنہ حاجی صاحب کا یہ شعر ہی پڑھ لو کہ ؎

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

یااللہ میں آپ سے آپ کو مانگتا ہوں، اگر اللہ مل جائے گا تو سب کچھ مل جائے گا ؎

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

اور میرا ایک اردو شعر ہے ؎

قطرے کا بھی محتاج سمجھتی تھی جنہیں خلق
دل میں ہے مگر عیش کا دریا لیے ہوئے

اہل اللہ اور اولیاء اللہ اگرچہ گدڑی پہنے ہوئے ہوں، اگرچہ ان کے لباس میں پیوند لگے ہوئے ہوں، اگرچہ چٹنی روٹی کھا رہے ہوں لیکن ان کے قلب کی سلطنت کا عالم اختر بیان کرتا ہے کہ ذرا کچھ دیر ان کے پاس بیٹھ کر تو دیکھو کہ کیا دریائے عیش ان کے دلوں میں ہے اور جن کے پاس تم دیکھتے ہو کہ مرسڈیز اور بنگلے اور کاریں ہیں، پراٹھے اور شامی کباب کھا رہے ہیں اور خراب فلمیں دیکھ رہے ہیں، ان کے پاس بیٹھ کر دیکھو کہ وہ ہر وقت پریشانی کے عالم میں مبتلا ہیں، خودکشی کے خیالات آرہے ہیں، ویلیم فائیو کھا کر سو رہے ہیں، ان کی نیندیں حرام ہیں۔ اگر کسی کو سکون حاصل ہے تو دین کی برکت سے ہے۔

تقویٰ کے ساتھ مال و دولت مضر نہیں ہے

لیکن اگر متقی ہو جاؤ تو مال مضر نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

لَا بَأْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ[۱۱]

[۱۱] سنن ابن ماجه: ۲/۲ (۲۱۴۱)، باب الحث على المكاسب، المكتبة الرحمانية

متقی بندہ اگر امیر بھی ہو جائے تو مال اس کو مضر نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ مال کے زہر کا منتر جان گیا ہے، اس نے دنیا کے سانپ کو پکڑا ہے لیکن منتر بھی جانتا ہے، دولت کماؤ تو اس کا منتر بھی سیکھو۔ اگر کارخانہ چلا کر دنیا حاصل کرنی ہے تو اللہ والوں سے اس کا منتر بھی سیکھ لو یعنی اللہ کا خوف اتنا غالب ہو کہ دنیا تم پر غالب نہ ہونے پائے، اگر بلا منتر سانپ کو پکڑو گے تو ڈسے جاؤ گے، جس نے بغیر منتر سیکھے سانپ کو پکڑا تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ پہلے تو رورو کر دعائیں مانگتے تھے، بزرگوں کے پاس جاتے تھے کہ کارخانہ چل جائے، جب کارخانہ چل گیا تو ہوائی جہاز پر بیٹھے فرانس کے سینما جارہے ہیں یا لندن کا شو دیکھنے جارہے ہیں۔

مراقبہ برائے فکرِ آخرت

میرے دوستو! میں عرض کررہا تھا کہ ایک نعمت تو میں نے آج آپ کو بتا دی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عطا فرمائی ہے اور میرے اللہ نے اس وقت مجھے اس کو بیان کرنے کی توفیق دی ہے۔ ساری زندگی کے لیے اس کو نوٹ کرلو کہ کوئی بھی حاجت پیش آجائے دو رکعات نماز حاجت پڑھ لو۔ روزانہ بھی پڑھو تو کوئی حرج نہیں، اپنے نفس کی اصلاح کے لیے، اللہ والا بننے کے لیے، تقویٰ کے لیے روزانہ پڑھو کہ یا اللہ مجھے اپنے اولیاء کے اخلاق اور اعمال دے دے۔ اولیائے صدیقین کے سینے میں آپ کی محبت کا جو درد عطا ہوتا ہے یا اللہ میری مٹی میں بھی اسے داخل کردے۔ ایک دن یہ مٹی قبر میں ملنے والی ہے پھر اس دن پچھتاؤ گے۔ جب قبر میں جنازہ اترے گا تو بینک بیلنس، کوٹ پتلون اور کارخانہ سب یہیں رہ جائے گا اور خالی ہاتھ چلے جاؤ گے۔ اس پر مجھے اپنا ایک اردو شعر یاد آیا ؎

جہانِ رنگ و بو میں ہر طرف بس آب و گل پایا
مگر عاشق کے آب و گل میں ہم نے دردِ دل پایا

اللہ کے عاشقوں کی مٹی اور پانی میں ہم نے اللہ کی محبت کا دردِ دل پایا، باقی ساری دنیا میں جتنی رنگینیاں ہیں وہ بس مٹی اور پانی ہیں، گل سڑ کر ختم ہو جانے والی ہیں۔ قبرستانوں میں جا کر دیکھو کہ حسینوں کا کیا حال ہے؟ قبرستانوں میں جو جوان مر گئے یا جو جوان لڑکی مر گئی اس سے پوچھو کہ تمہارا کیا حال ہے؟ میرے دوستو! خبردار ہو جاؤ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

گر ز صورت بگذری اے دوستاں
گلستان است و گلستان است و گلستاں

اے میرے پیارے دوستو! اگر صورت پرستی سے تمہارا قلب پاک ہو جائے تو پھر اللہ کے قرب کی بہاریں آسان ہو جائیں گی، راستے کھل جائیں گے ان شاء اللہ۔ یہ صورتیں ہی ہماری ''پر قینچ''ہیں یعنی ہماری روح کے پروں کو قینچی کی طرح کاٹ دیتی ہیں اور ہماری روح کو اللہ تک نہیں پہنچنے دیتیں۔ ہم اللہ والا بننا چاہتے ہیں تو شیطان ایک شکل پیش کر دیتا ہے اور ہم ان ہی صورتوں میں اُلجھ کر رہ جاتے ہیں، یہ شیطان نے پر قینچ لگا رکھا ہے جیسے شکاری پرندے کے پروں میں گوند لگا دیتا ہے پھر وہ اڑ نہیں سکتا۔

اللہ والوں کی صحبت کے ثمرات

اللہ والے خشیت و محبت کا ایسا مادہ اور کیمیکل دیتے ہیں کہ جو گناہ آج آپ کو بد حواس کر رہا ہے اس سے آپ کو پاخانے پیشاب سے زیادہ نفرت محسوس ہوگی ان شاء اللہ۔ اگر ذرا بھی نافرمانی ہوگئی تو پسینے چھوٹ جائیں گے، آپ کو ہر وقت محسوس ہو گا کہ میرا اللہ دیکھ رہا ہے، آنکھیں جب اٹھاؤ گے تو محسوس ہو گا کہ میرا اللہ دیکھ رہا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں
تیری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

اے اللہ! تجھے راضی کرنے کے لیے ہم اپنے نفس کی خواہشات کا گلا گھونٹنا منظور کرتے ہیں، کیوں کہ ہم اٰمَنَّا ہیں، ہم عَشِقْنَا ہیں، کیوں کہ مومن بمعنیٰ عاشق ہیں، ہم اللہ سے محبت کا دعویٰ کر چکے ہیں، اللہ قیامت کے دن پوچھے گا کہ ہمیں چھوڑ کر غیروں سے کیوں دل لگایا؟ تو کیا جواب دو گے؟ آنکھیں ہم نے بنائی تھیں، ٹیڈیوں نے آنکھیں نہیں بنائی تھیں، یہ آنکھیں ہم نے عطا کی تھیں، اگر مادر زاد اندھا پیدا کرتا تب دیکھتا کہ تو کیسے دیکھتا ہے۔ میں نے تجھے آنکھ کی روشنی عطا کی اور تو نے اس کے بدلے میں بد نظری کی۔

میرے دوستو! اہل اللہ کی صحبتوں کی برکتوں سے اللہ تعالیٰ کا ایسا استحضار، اللہ تعالیٰ کی ایسی حضوری نصیب ہوگی کہ جب اپنے کسی بھائی کے بارے میں زبان کھولو گے تو یہ محسوس ہو گا

کہ اللہ سن رہا ہے کہ یہ میرے بندے کی تکریم کے خلاف باتیں کر رہا ہے، میرے بندے کے اکرام کے خلاف باتیں کر رہا ہے، اس کی آبروریزی سے لطف لے رہا ہے، اس وقت فوراً خوف طاری ہو جائے گا، لرزہ طاری ہو جائے گا۔ اگر کوئی صاحب نسبت ہونے کا دعویٰ کرتا ہو لیکن اپنے مومن بھائیوں کی، مسلمانوں کی غیبت میں مبتلا ہے وہ ہر گز صاحب نسبت نہیں ہو سکتا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نسبت عطا ہونے کی پہلی علامت یہ ہوتی ہے کہ ساری مخلوق کا بہی خواہ ہو جاتا ہے، ساری مخلوق کے ساتھ اس کو خیر خواہی کا تعلق ہو جاتا ہے۔

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

غیبت کے نقصانات

میرے دوستو! اگر زبان کی حفاظت سے، آنکھوں کی حفاظت سے زندگی بے کیف ہو جائے تو واللہ لاکھوں زندگیاں ایسی بے کیفی پر قربان ہیں کیوں کہ اس بے کیفی سے آپ ولی اللہ ہو جائیں گے، رضائے الٰہی کے صدقے و طفیل میں اللہ تعالیٰ آپ کو کیفِ دائمی عطا فرمائیں گے۔ اس لیے جب زبان کھولو، نظریں اٹھاؤ یا کانوں سے کوئی غیبت کی بات سنو، یا مان لیجیے آپ غیبت نہیں کرتے، لیکن دوسرا آدمی کہتا ہے ارے یہ تو جوانی میں یوں سگریٹ پیتا تھا، یہ تو جوانی میں فلاں کام کرتا تھا، اگر آپ اس غیبت کو سن لیتے ہیں تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ”روح المعانی“ میں اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”بیان القرآن“ میں لکھا ہے کہ جس طریقے سے زبان سے غیبت کرنے والا مجرم ہے، حرام کا مرتکب ہے، سننے والا بھی ویسا ہی حرام کا مرتکب ہے۔ اگر وہ سوچتا ہے کہ میں اس غیبت کرنے والے کو کچھ کہوں گا تو وہ بُرا مان جائے گا، دنیاوی منافع ٹوٹ جائیں گے، ناراض ہو کر چلا جائے گا۔

واللہ اگر ساری کائنات ناراض ہو جائے اس کی فکر مت کرو، اللہ تعالیٰ اس کو راضی کر دیں

گے، ان شاء اللہ۔ ورنہ خدا اس کے قلب میں تمہاری آبرو کو مٹا دے گا کیوں کہ آپ نے اس بڑے کا حق ادا نہیں کیا تو تمہاری عظمت اور وقار اللہ اس کے دل سے ہٹا دے گا، تم کتنا ہی چاہو کہ میں اسے خوش کرلوں مگر اس کے قلب کے اندر تمہاری بے وقعتی پیدا ہو جائے گی کہ دیکھو یہ غیبت میں کیسا شامل ہے۔ غیبت کے گناہ سے دونوں کے دل مردہ ہو گئے، مردہ کھانے سے دل مردہ ہو جاتے ہیں چاہے احساس ہو یا نہ ہو۔ جو لوگ اللہ اللہ کرتے ہیں، اللہ والوں سے تعلق رکھتے ہیں، اللہ والوں کا دامن پکڑے ہوئے ہیں، تہجد اور ذکر کرتے ہیں، اگر وہ حضرات بھی اس کا اہتمام نہ کریں کہ کوئی ان کی موجودگی میں کسی بھی مومن کی آبرو سے کھیل جائے تو دوسروں سے کیا شکایت ہو۔ میرے سامنے رات دن ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اختر اس معاملے میں مقدس ہے، میں آپ حضرات سے اپنے لیے بھی دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جو شخص غیبت میں مبتلا ہے، غیبت کرتا ہے یا سنتا ہے وہ اپنی نیکیوں کو میگنیٹ سے اڑا کر دور پھینک رہا ہے۔ اسی لیے علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میں اپنے دوستوں سے عہد لیتا ہوں کہ میری مجلس میں اس شرط کے ساتھ آسکتے ہو کہ کبھی کسی کی غیبت نہ کرنا، اگر یہ معاہدہ تسلیم نہیں ہے تو میں آپ کی دوستی سے دستبردار ہوتا ہوں۔ میدانِ محشر میں ایسے دوست کام نہیں آئیں گے جو ہمیں اللہ کی نافرمانی میں مبتلا کردیں۔ لوگ کہتے ہیں اس طرح کہنے میں بداخلاقی ہوگی، میں کہتا ہوں کہ ایسی بداخلاقی پر لاکھوں اخلاق قربان ہو جائیں جو اللہ کی فرماں برداری میں، اللہ کی حدود کی حفاظت کے لیے ہو، اس معاملے میں کوئی رعایت نہیں ہو سکتی، اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگنا چاہیے، ہم نے دوستی اللہ کے لیے کی ہے، ہم نے دوستی مرغ اور کباب کے لیے نہیں کی، ہم نے دوستی نفس کی لذّت کے لیے نہیں کی۔ اگر کسی کو اختر پسند نہیں آتا تو بے شک اختر کو چھوڑ دو، اختر گناہ گار نالائق ہی صحیح، لیکن بزرگوں کا حسنِ ظن اس کے ساتھ ہے، جس کی برکت سے وہ دین کی کچھ باتیں پیش کردیتا ہے۔

دینی خدام کا وقت ضایع کرنے سے گریز کریں

اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ مجلس میں کچھ وقت مل جائے تو میں اللہ کی محبت کا درد بیان

کروں، مگر بعض دوست بے تکلفی سے اپنی باتیں پیش کرنا شروع کردیتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں فرماتے ہیں کہ جتنا ادب سورہ حجرات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کیا گیا ہے تو جن کو خدا نے دین کی کوئی خدمت سپرد کی ہے ان کے لیے بھی وہی آداب ہیں۔ تفسیر بیان القرآن میرے پاس ہے، آپ تقریر کے بعد اس کو دیکھ لیں، اگر میں نے مبالغے سے کام لیا ہو تو بے شک میری تصدیق نہ کریں۔ بیان القرآن میں حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جس وقت کوئی دینی مجلس ہورہی ہو اور آپ صاحب مجلس کے پاس جائیں تو جس کے سپرد دین کی خدمت ہو تو جب تک قرائن قویہ یا اسم صریح سے پتا نہ چل جائے کہ صاحب مجلس مجھ سے بولنا چاہتا ہے یا مجھ سے بلوانا چاہتا ہے کہ بھائی تم بھی کچھ سناؤ اس وقت تک بولنا جائز نہیں،[۱۲] چاہے وہ کوئی بھی ہو، کسی کی بھی مجلس میں جاؤ، اگر بات سنانے کا شوق ہے تو اپنی مجلس خود منعقد کرلو، کون منع کرتا ہے۔ لیکن بعض اوقات دینی خدام کو دین پیش کرنے کا تھوڑا سا وقت ملتا ہے جیسے مہمان آئے ہوئے ہوتے ہیں انہیں جلدی جانا ہے اور انہیں مختصر وقت میں دین کی کوئی بات سنانی ہے تو اگر ایسے وقت میں لوگ بولنے لگیں تو دین کی بات کیسے بیان ہوگی؟ لیکن کبھی قرائن قویہ میں بھی اجتہادی خطا ہوسکتی ہے مثلاً کوئی یہ سمجھے کہ صاحبِ مجلس کو میری باتوں سے مزہ آتا ہے لیکن پھر بھی یہی کہتا ہوں کہ سارا وقت اسی میں نہ لو، ہم اس کام کے لیے نہیں پیدا ہوئے کہ اِدھر اُدھر کی باتیں کریں، ایک بات جو اللہ کی محبت کی سنادی جائے وہ اور تمام باتوں سے بہتر ہے، لہٰذا موقع دیکھ لیا کریں۔

اس لیے حضرت تھانوی نے سورہ حجرات کی تفسیر میں دو لفظ بیان فرمادیے یعنی قرائن قویہ اور اسم صریح۔ اگر کسی صاحب مجلس کے پاس جاؤ جہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں اس وقت میں بولنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس سے درخواست کرو کہ ہمیں کچھ دین کی بات سنادیں۔

درود شریف صَلٰوۃً تُنَجِّیۡنَا کے فضائل وبرکات

آج میں نے آپ کو صلوٰۃ الحاجت پڑھنے کا نسخہ بتادیا ہے۔ دوسرا نسخہ ایک درود شریف سکھانا ہے۔ اس وقت ایک نعمت آپ کو صلوٰۃ الحاجات کی پیش کی گئی جس پر رسول خدا

---

[۱۲] بیان القرآن: ۲/۴۰ ،۱الحجرٰت(۲)، ایچ ایم سعید

صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ساری زندگی عمل فرمایا۔ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں جس کو کوئی ضرورت پیش نہ آئے، دنیا یا آخرت کا غم ہر ایک کو ضرور پیش آتا ہے۔ اور کچھ نہیں تو اپنی اصلاح کے لیے ہی کبھی نماز حاجت پڑھ لیا کرو۔ طلبہ کرام علم کی برکت کے لیے پڑھنے کا اہتمام کریں کیوں کہ وہ بھی تو حاجت ہے، کبھی دو رکعت اسی لیے پڑھ لو کہ اے اللہ تقویٰ دے دیجیے، ہماری سب سے بڑی حاجت یہ ہی ہے۔

دوسرا نسخہ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا کا ہے۔ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا کو صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا پڑھنا بھی درست ہے۔ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا ایک ایسا درود شریف ہے کہ اگر آپ اس کو کم سے کم سات مرتبہ روزانہ پڑھ لیا کریں تو ان شاء اللہ دنیا و آخرت کی ساری نعمتیں آپ کو مل جائیں گی۔ درود شریف صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَ الْاٰفَاتِ وَ تَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَ تُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَكَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَ تُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ فِی الْحَیَاۃِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ، اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[۱۳]

اے اللہ رحمت نازل فرمائیے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر، ان پر ایسی صلوٰۃ اور ایسا درود بھیجیے، ایسی رحمت نازل کیجیے کہ آپ ہم کو اس کے صدقے اور طفیل میں، اس درود اور رحمت کے صدقے میں جو نبی پر آپ نازل فرمائیں گے ہمیں تمام آفتوں سے نجات دے دیں اور ہماری ساری حاجتیں پوری کر دیں اور ہمیں تمام برائیوں سے پاک کر دیں، وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ اور ہمارے اندر جتنی برائیاں ہیں ان سے ہمیں پاک کر دیجیے، وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَكَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ اور آپ ہمارے درجات کو اس کی برکت سے بلند کر دیں، وَ تُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ اور ہمیں انتہائی مقاصد تک پہنچادیں، فِی الْحَیَاتِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ زندگی میں بھی بھلائیاں عطا فرمائیں اور مرنے کے بعد بھی، اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اللہ آپ اس پر پورے پورے قادر ہیں۔

۱۳؎ زادالسعید:۱۶،صدیقی ٹرسٹ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا درود بھیجو جس میں آپ پر رحمتیں بھی نازل ہوں اور آپ کے دس درجے بلند ہوں، دس نیکیاں ملیں اور دس گناہ معاف ہو جائیں، اور دنیا و آخرت کی ساری نعمتیں مل جائیں۔ اس درود کا نام صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا ہے۔ آپ حضرات کو میں اپنے مشائخ کے معمولات کی ایک چیز دے رہا ہوں اور اجازت دیتا ہوں کہ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا کو سات مرتبہ پڑھ لیا کریں۔

اب میں اس پر ایک واقعہ عرض کرتا ہوں، میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جون پور کے مدرسے میں سولہ اسباق پڑھاتے تھے اور سب موقوف علیہ سے اوپر کے تھے، اللہ نے حضرت کو صحت بہت اچھی دی تھی۔ حضرت کے شیخ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں لکھا کہ مولانا عبد الغنی صاحب آپ ستر مرتبہ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا پڑھ لیا کریں۔ شیخ اپنے مرید کو لکھ رہا ہے، ایک انعام دے رہا ہے۔ میرے شیخ نے لکھا کہ حضرت! میرے پاس ستر مرتبہ پڑھنے کا وقت نہیں ہے کیوں کہ میں سولہ اسباق پڑھا رہا ہوں۔ حضرت سبق پڑھانے کے لیے دو دو بجے رات تک مطالعہ کرتے تھے، مشکل سے تین گھنٹے سوتے تھے، پھر تہجد میں لگ جاتے تھے۔ تو حضرت نے لکھا کہ میں ستّر مرتبہ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا نہیں پڑھ سکتا کیوں کہ میرے پاس پڑھانے کا کام بہت ہے، میں قرآن کی تفسیر اور حدیث پڑھا رہا ہوں، اس سلسلے میں حضرت سے گزارش کرتا ہوں کہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ تو حضرت تھانوی نے لکھا کہ اگر ستّر مرتبہ پڑھنے کا وقت نہیں ہے تو سات ہی مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ قرآن پاک میں ایک نیکی پر دس نیکیوں کا وعدہ ہے، فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا[۱۴] سات کو دس سے ضرب دو تو ستّر ہوتے ہیں لہٰذا تم تو سات مرتبہ پڑھو گے مگر اللہ میاں کے یہاں ستّر مرتبہ لکھا جائے گا۔ اس لیے میں نے آپ لوگوں سے بھی عرض کر دیا ہے کہ اگر ہو سکے تو ستّر مرتبہ یہ درود شریف پڑھ لیا کریں ورنہ سات مرتبہ ہی پڑھ لیا کریں۔

آدابِ عظمتِ رسول

میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات میں کچھ آداب بیان کیے ہیں، نمبر

۱۴؎ الانعام: ۱۶۰

ایک اللہ اور رسول کے فیصلے کے بغیر صحابہ کو بھی اجازت نہیں دی گئی کہ کسی معاملے میں بولیں۔ چناں چہ بنو تمیم کا ایک قبیلہ آیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں کچھ بحث چھڑ گئی کہ بنو تمیم کے قبیلے کا حاکم کسے مقرر کیا جائے؟ صدیق اکبر نے فرمایا قعقاع ابن معبد کو مقرر کیا جائے اور حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ اقرع ابن حابس کو کیا جائے، ان دونوں میں اختلاف ہو گیا، جب اختلاف بڑھ گیا اور آواز بلند ہو گئی تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ [۱۵] اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے سبقت مت کرو، اللہ اور رسول سے فیصلہ کراؤ۔ پھر فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ [۱۶] میرے نبی کی آواز پر اپنی آواز کو بلند مت کرو۔ اس آیت کے ذیل میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے جس کو حکیم الامت نے بیان القرآن کے عربی حاشیہ میں نقل کیا کہ دو مرتبہ اتنی قریب قریب ندا کی تکرار یعنی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کی تکرار کی کیا ضرورت تھی؟ پہلے والا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یہاں کافی تھا تو فرمایا کہ شانِ نبوت کا مقام دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ حرفِ ندا استعمال فرمایا۔ اے ایمان والو! اے ایمان والو! تاکہ نبوت کی جلالتِ شان ظاہر ہو اور ایمان والوں میں بیداری پیدا ہو۔ [۱۷]

ایذائے رسول پر حبطِ اعمال کا ربط

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکتہ بیان کرکے آگے فرمایا کہ میرے نبی سے ایسے بے تکلفانہ انداز میں باتیں مت کرو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے کُھل کر باتیں کرتے ہو، ورنہ تمہارے اعمال ضایع ہو جائیں گے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعمال کو ضایع کرنے کا عمل تو صرف کفر ہے، یہ کیا بات ہوئی کہ نبی کو اذیت پہنچانے کے گناہ سے عمل ضایع ہو جائے؟ لہٰذا فرماتے ہیں کہ عام قانون کے خلاف اللہ تعالیٰ نے نبی کو اذیت دینے

---

۱۵ روح المعانی: ۲۶/۱۳۳، الحجرات (۲)، ایچ ایم سعید

۱۶ الحجرات: ۱-۲

۱۷ روح المعانی: ۲۶/۱۳۳، الحجرات (۲)، ایچ ایم سعید/بیان القرآن: ۲/۴۰، الحجرات (۲)، ایچ ایم سعید

کے گناہ کو مخصوص کردیا، یہ عَامٌ مَخْصُوْصٌ مِنْهُ الْبَعْضُ ہے یعنی اس بات کو مخصوص کردیا کہ نبی کو اذیت دینے سے بھی کفر ہوجاتا ہے اور سارے اعمال ضایع ہوجاتے ہیں اور اس عام کو خاص کردیا، اس کو اصطلاحاً عَامٌ مَخْصُوْصٌ مِنْهُ الْبَعْضُ کہتے ہیں۔ چناں چہ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ موجبہ جزئیہ کے خلاف ہے کیوں کہ موجبہ جزئیہ کے خلاف ایسا کوئی سالبہ کلیہ منصوص نہیں ہے کہ نبی کی شان میں گستاخی کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا، جبکہ اس کے برخلاف نص قطعی سے موجبہ جزئیہ ثابت ہے کہ نبی کی شان میں گستاخی کرنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے لہٰذا موجبہ جزئیہ کو تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ادبِ رسالت پر انعامِ عظیم

آگے فرمایا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللهُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی[۱۸] جو لوگ میرے نبی کے پاس آوازوں کو پست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو تقویٰ کے لیے خالص کرلیا۔ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اِمْتَحَنَ اللهُ کا ترجمہ أَخْلَصَ سے کیا ہے، حکیم الامت نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے کہ یہاں اِمْتَحَنَ بمعنیٰ أَخْلَصَ کے ہے۔ چناں چہ سونے کو جب آگ میں جلا کر اس کی ملاوٹ کو الگ کرتے ہیں تو عربی میں کہتے ہیں اِمْتَحَنْتُ الذَّھَبَ بِالنَّارِ یعنی اَخْلَصْتُ الذَّھَبَ بِالنَّارِ ہم نے خالص کرلیا سونے کو آگ میں ڈال کر۔ اِمْتَحَنَ کی تفسیر علامہ آلوسی نے اَخْلَصَ سے کی ہے۔[۱۹] یعنی اللہ نے صحابہ کے قلوب کو تقویٰ کے لیے خالص کردیا۔ اللہ ہمارے قلوب کو بھی تقویٰ کے لیے خالص فرمالے۔ تو یہ انعام ادب کی برکت سے ملا، آواز کو پست کرنے کی برکت سے اتنا بڑا انعام مل گیا۔

عظمتِ رسالت کا ایک اور ادب

ایک مرتبہ قبیلہ بنو تمیم کا ایک شخص آیا اور اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

۱۸ الحجرٰت:۳

۱۹ روح المعانی۲۶/۱۳۸،الحجرٰت(۳)،دار احیاء التراث،بیروت-ذکرہ بلفظ وھو استعارۃ من امتحان الذھب واذابتہ لیخلص ابریزہ من خبثہ وینقی

کے حجرے کے باہر کھڑے ہو کر آواز لگائی یَا مُحَمَّدُ اُخْرُجْ اے محمد باہر نکلو۔ بس اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ میرے نبی کو باہر سے ایسے مت پکارو، وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ[20] ان کی آمد کا صبر سے انتظار کرو کہ وہ تمہاری طرف نکلیں۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ کے اندر یہ نکتہ ہے کہ جب ہمارے نبی خود باہر نکلیں تب ان سے بات کرو اور اگر اپنی کسی اور ضرورت سے باہر نکلیں تو بھی ان کو اپنے ساتھ مشغول نہ کرو۔ تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ جب تمہاری تربیت کے لیے نکلیں، جب تک قرائن سے معلوم نہ ہو جائے کہ وہ تمہارے لیے نکلے ہیں اس وقت تک صبر کیے بیٹھے رہو۔

بلا تحقیق کسی بھی خبر پر یقین نہ کریں

اسی طرح ایک اور واقعہ پیش آیا کہ بنی مصطلق نامی ایک قبیلہ کی جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے حضرت ولید ابن عقبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کی آپس میں جنگ تھی لہٰذا جب یہ وہاں پہنچے تو کچھ لوگ ان کے استقبال کے لیے آئے، ادھر شیطان نے ان کے دل میں یہ خیال ڈال دیا کہ یہ ہمیں قتل کرنے آرہے ہیں تو یہ مارے ڈر کے بھاگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر نقل کیا کہ وہ لوگ تو ہمیں قتل کرنے کے لیے آرہے تھے۔ آپ نے حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا اے خالد! اس واقعہ کی تحقیق کرو کہ کیا معاملہ ہے؟ بغیر تحقیق کیے حملہ نہ کرنا۔ آپ نے جاکر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ تو استقبال کے لیے آئے تھے، محبت اور اکرام کے لیے آئے تھے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اے ایمان والو! جب کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو تحقیق کرلیا کرو اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ[21] کہ تم کسی قوم پر نادانی سے حملہ کردو پھر تمہیں بعد میں ندامت ہو۔

اس آیت کے ظاہر کو دیکھ کر بعض گستاخ اہل قلم نے جو اپنے کو اہل علم سمجھتے تھے،

۲۰؎ الحجرٰت:۵

۲۱؎ الحجرٰت:۶

جنہوں نے کتب بینی تو کی مگر کسی اللہ والے کے تربیت یافتہ نہیں تھے انہوں نے ان صحابی کے فاسق ہونے کا فتویٰ لگادیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان القرآن میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صحابی کے فسق کی طرف اشارہ نہیں ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب فسق سمیت تمام خبائث سے پاک وصاف صحابی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ حکم دیا کہ معاملہ کی تحقیق کرلیا کرو تو اگر کوئی فاسق تمہیں کوئی خبر دے تو تمہیں اور زیادہ تحقیق کرنی چاہیے۔ لہٰذا حضرت نے فرمایا کہ جن لوگوں نے فاسق کے لفظ سے صحابی کی طرف اشارہ سمجھا انہوں نے سخت غلطی کی اور نہایت زبردست الحاد اور بددینی کی بات کی، انہوں نے اس تفسیر کے اندر خیانت سے کام لیا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ایک عام قانون بیان کردیا کہ اگر فاسق کوئی خبر لائے تو اس کو مت تسلیم کرو، میرے نبی کے عمل کی پیروی کرو کہ میرے نبی نے صحابی جیسی مقدس شخصیت کی خبر پر بھی جلدی عمل نہیں کیا جو فسق سے محفوظ ہیں۔ اور یہاں جو یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا کہا گیا ہے اس میں قیامت تک کے تمام ایمان والے مخاطب ہیں کہ فاسق کی خبر کی تحقیق کرلیا کریں۔

حرمت غیبت کے احکام

آج کل حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے اپنا یہ معمول بنالیا ہے کہ بیعت کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ کہو میں توبہ کرتا ہوں کفر سے، شرک سے، فسق سے، بدعت سے، چھوٹے بڑے گناہوں سے، خاص کر بدنگاہی سے، بدگمانی سے اور غیبت سے۔ کیوں کہ اُمّت کو اس چیز سے بڑا ضرر پہنچا ہے، اس سے آپس کے تعلقات کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور یہ حیاء اور غیرت کے بھی خلاف ہے کہ ہم آپس کی مجالس میں کسی مسلمان کی برائی کریں۔ گناہ گار سے گناہ گار مسلمان کی بھی بلاضرورت شریعہ غیبت کرنا حرام ہے اور ضرورت شریعہ کو علماء سے پوچھ لیا جائے، مستثنیات کو علماء سے پوچھ لیا جائے۔ حضرت تھانوی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ذمی کافر کی بھی غیبت جائز نہیں ہے، حالاں کہ وہ کافر ہے، لیکن چوں کہ مسلمانوں نے اس کی آبرو کی حفاظت کا معاہدہ کرلیا ہے لہٰذا ذمی ان کی حفاظت میں ہے، اسلامی سلطنت نے کافر ذمی کی جان ومال اور آبرو کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے لہٰذا اس کی غیبت

بھی جائز نہیں۔

اسی طرح فاسق گناہ گار مسلمان کی ایسی برائی کرنا بھی جائز نہیں ہے جو اس میں موجود ہو اور اس کے تذکرے سے اس کو ناگواری محسوس ہو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ارے بات سچی ہے، یہ تو میں اس کے منہ پر کہہ دوں۔ اگر اس میں واقعی وہ برائی موجود ہے تب ہی تو غیبت ہے ورنہ تو بہتان ہے۔ دوستو! اللہ والا بننا، صاحبِ نسبت بننا اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہماری زندگی کا مقصد ہے لہٰذا اپنے نفس کے مزے کو یا دوستوں کی ناراضگی اور خوشی کو مت دیکھو بس اللہ تعالیٰ کی مرضی کو دیکھو۔

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضی جاناں نہ چاہیے

لیکن کسی کو غیبت سے منع کرنا ہو تو ادب سے کریں، میں لٹھ مارنے کو نہیں کہتا، نرمی سے گزارش کی جائے کہ دیکھو بھائی ہم لوگ آپس میں معاہدہ کرلیں کہ بلا ضرورت شریعہ کسی غائب کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں کریں گے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ سناتا ہوں، فرمایا کہ جنہوں نے مجھ سے معاہدہ کیا ہوا ہے کہ میں آپ سے اپنی تربیت اور اصلاح کا معاہدہ کرتا ہوں چاہے وہ بیعت ہو یا نہ ہو، مگر مجھ سے اصلاحی تعلق قائم کرلیا تو اگر اس کے اندر سو ہنر ہیں اور ایک عیب ہے تو میں اس کے ہنر کو نہیں دیکھتا اس کے عیب کو دیکھتا ہوں تاکہ وہ بھی نکل جائے۔ یہ شفقت ہے اپنے مریض کے ساتھ۔ اور فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے ہم سے دوستانہ تعلق قائم کیا ہے اگر ان کے اندر سو عیب ہیں اور ایک ہی ہنر ہے تو میری نظر ان کے ہنر پر ہوتی ہے۔

ہر اللہ والے سے حسنِ ظن رکھیں

میرے شیخ اوّل مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت حکیم الامت فرماتے تھے کہ جن کو میں نے اجازت بیعت دی ہے ان کو اس فن کا امام بنادیا ہے، اگر وہ اپنے اجتہاد سے میرے ذوق کے خلاف بھی کریں تو ان کو حق حاصل ہے یعنی انہیں اجتہاد کا حق ہوتا ہے۔ کیوں کہ ہر شخص کے ساتھ جدا حالات اور مواقع ہوتے ہیں۔ اس لیے دین کے کسی

خادم کو اپنی مرضی اور اپنے خیالات کے تحت پابند کرنا کہ یہاں یہ بات کرنی ہے، یہاں یہ بات کرنی ہے اس سے گاڑی نہیں چل سکتی، ہر وقت اس کا تحمل نہیں ہو سکتا لہٰذا ان سے حسنِ ظن رکھنا چاہیے اور اگر بالفرض کسی کو دین کے کسی خادم سے مناسبت نہیں ہے، ہر بات میں کھٹک پیدا ہوتی ہے، اس سے فائدہ نہیں ہوتا تو وہ نہ اپنا وقت ضایع کرے نہ اس کا وقت ضایع کرے، اسے ایسی مجلس میں نہیں جانا چاہیے، اُن مجالس میں جانا چاہیے جہاں اسے فائدہ ہوتا ہے۔

بہرحال میں یہ گزارش کررہا ہوں کہ محبت کے بہت سے درجات ہیں، دین کے کسی خادم سے اس وقت تک دینی استفادہ ناممکن ہے جب تک اس کے متعلق سو فی صد حسن ظن نہ ہو، لیکن میں دوسرے اللہ والوں سے محبت کرنے سے منع نہیں کررہا ہوں میں بھائی چارگی کے حقوق کو منع نہیں کررہا ہوں، ان شاء اللہ آپ مجھے اس میں زیادہ پیش پیش پائیں گے۔ میں دینی استفادہ کی بات عرض کررہا ہوں کہ آپ کو دین کے کسی خادم سے استفادہ کا ایک فی صد بھی تعلق ہو تو اس سے حسن ظن رکھنا پڑے گا اور اگر اس سے حسن ظن نہیں ہے تو اس کی دین و اشاعت کی مجلس میں جانا مفید نہیں ہے، اس سے غیر مجلس کے اوقات میں مل کر بھائی چارگی کے حقوق ادا کریں۔

عدمِ مناسبت کے باوجود حقِ اخوّت کی ادائیگی

کبھی کبھی حق اخوّت ادا کرنے کے لیے اس سے غیر مجلس کے اوقات میں ملاقات کرنی چاہیے کیوں کہ وہ ہمارا بھائی ہے۔ جس وقت وہ کسی دینی مذاکرے میں مشغول نہ ہو، جب اس کی اشاعتِ دین کی کوئی مجلس، وعظ و نصیحت کی کوئی مجلس نہ ہو اس سے جاکر مل لیا کریں کہ بھائی آپ خیریت سے ہیں۔ بہرحال اس کی مجلس کے اوقات کے علاوہ ملاقات کریں تاکہ اس کا وقت ضایع نہ ہو، دین کے کسی خادم کا وقت ضایع نہ کرو، نہ اس کی زندگی کا اور نہ اپنی زندگی کا وقت ضایع کرو، آپ کو جن اکابر سے مناسبت ہو ان کے پاس جاؤ۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے، کیوں کہ ضروری نہیں ہے کہ مجھے اپنے شیخ کے ہر مرید سے مناسبت ہو۔ ایک شخص کو کسی شیخ سے مناسبت ہے تو اسے جس درجہ اپنے شیخ سے حسن ظن ہوگا ظاہر بات ہے کہ پیر بھائیوں سے نہیں ہو سکتا، نہ وہ اس کا مکلّف ہے، نہ کسی پیر بھائی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ یہ کہے کہ میرا

بھی شیخ کی طرح اکرام کرو۔ لہٰذا دین کے کسی خادم سے، شیخ کے کسی مرید سے اس کو مناسبت نہ ہو وہ اپنے ان اوقات میں اس کے پاس حقوق اخوّت ادا کریں جو اس کی مجلس کا نہ ہو تاکہ اس سے آزادی سے ہنسیں بولیں اور آزادی سے بات چیت کریں۔ اگر کوئی بات ایسی ہو کہ آپس میں ایک دوسرے سے مناسبت نہ ہو تو اس کی مجلس میں نہ جائیں بلکہ ان اکابر کی مجالس میں شرکت کریں جن سے مناسبت ہو۔ اگر کسی کو اس میں ناگواری ہو کہ میرے پیر بھائی میری مجلس میں نہیں آتے تو وہ نفس والا انسان ہے، یہ نفسانی خواہش ہے۔ میں اخلاص سے عرض کرتا ہوں کہ میرے پیر بھائی اگر کہیں اور جائیں تو مجھے ذرا بھی رنج نہیں ہوگا، میں سمجھ جاؤں گا کہ ان کو وہاں مناسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو جہاں دین عطا کریں، مقصد تو دین ہے، مجھے مجمع جمع کرنا مقصود نہیں ہے کہ ہمارا مجمع زیادہ لگے، جس کو جہاں فائدہ نظر آئے وہاں جائے، بس اللہ مقصود ہو۔

اللہ تعالیٰ مجھے اس کیفیت سے محفوظ رکھے کہ میں محض مجمع لگانے کے لیے لوگوں کو اپنی طرف مائل کروں، آپ کی روح کو جہاں اللہ کی محبت ملتی ہو، جہاں آپ کے نفس کی اصلاح ہوتی ہو، جہاں آپ کو مزہ آتا ہو، اختر بھی اس سے خوش ہوگا۔ لیکن ہم آپ سے محبت کریں گے اور آپ کی محبت چاہیں گے مگر علاوہ مجالس کے۔ آپ لوگوں سے ملتے جلتے رہیں گے یہ نہیں کہ میں اپنے پیر بھائی کو چھوڑ دوں گا، وہ تو ان کا حق ہے، ہم یہ حق ادا کریں گے۔ اور جب ہمارے شیخ آئیں گے تو سب پیر بھائی مل کر بیٹھ جائیں گے کیوں کہ اب ابّا آگئے، ابّا کے پاس سب بیٹے بیٹھ جاتے ہیں۔

یہ اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ بعض احباب میرے پیر بھائی بھی ہیں، یہاں بھی ہیں اور ہر جگہ ہوتے ہیں اگر ان کو اختر سے پوری مناسبت نہ ہو اور وہ میری مجالس میں نہ آئیں تو میں ہرگز کبھی کوئی شکایت نہیں کروں گا نہ خلوت میں نہ جلوت میں۔ وہ حضرات حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب، حضرت مفتی رشید احمد صاحب یا جہاں مناسبت ہو ان کی مجالس میں جائیں ان شاء اللہ اختر کو کبھی ذرا بھی رنج نہ ہوگا بلکہ تنہائی کے اوقات میں ان کی خدمت میں خود حاضر ہوں گا اور حاضر ہو کر ان کی محبت کے حقوق کو ادا کرنا اپنی سعادت سمجھوں گا، ان کی بیماری میں عیادت کروں گا اور ان کی مصیبت میں کام آنے کی کوشش کروں گا، اپنے رنج و غم

میں بھی ان کی تشریف آوری کو حسن سعادت اور تسلی کا باعث سمجھوں گا۔

مطلب پرست دوست سے پناہ کی دعا

یہ حقوق اپنی جگہ پر رہیں گے لیکن زبردستی چپکنے سے مزہ نہیں آتا۔ یہ نہیں کہ ہم تو اپنے دوستوں کی محبت میں مرے جاتے ہیں جبکہ بعض لوگ جب بھلائی دیکھتے ہیں تو اس کو مٹی ڈال کر چھپاتے ہیں، کہیں بیان بھی نہیں کرتے ہیں لیکن جب کبھی بشری کمزوری سے کوئی خطا ہوگئی تو اس کو پھیلاتے ہیں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا مانگی ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ خَلِیْلٍ مَاکِرٍ عَیْنَاہُ تَرَیَانِیْ وَ قَلْبُہٗ یَرْعَانِیْ اِنْ رَاٰی حَسَنَۃً دَفَنَھَا وَاِذَا رَاٰی سَیِّئَۃً اَذَاعَھَا[۲۲]

یا اللہ میں اس مکار دوست سے پناہ مانگتا ہوں جس کی آنکھیں میری تاک میں رہیں
اور دل میرے تعاقب میں رہے جب وہ کوئی خوبی دیکھے تو اس پر مٹی ڈال کر چھپا دے
اور کوئی برائی دیکھے تو اسے پھیلائے۔

کوئی صاحب یہ خیال نہ کرلے کہ میں ان کو متوجہ کر رہا ہوں، میں اپنے قلب کو خالی الذہن کرکے ایک اہم بات عرض کر رہا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا سکھائی ہے کہ اے اللہ! میں خَلِیْلٍ مَاکِرٍ سے پناہ چاہتا ہوں۔ جو کسی دنیاوی مصلحت سے میرے پاس آتا ہے اسے کچھ فی صد مناسبت ہے کچھ فی صد مناسبت نہیں ہے لیکن کسی مصلحت سے آتا ہے، چاہے اسے محبت بھی ہو وہ الگ چیز ہے لیکن میں ایک بات عرض کرتا ہوں کہ جہاں سو فی صد مناسبت ہوتی ہے دوستی کا مزہ وہیں ہوتا ہے۔ اور اگر کسی بزرگ کی مجلس میں دل بار بار کھٹکے تو پھر اس کی صحبت مفید نہیں ہے، نہ اپنا وقت ضایع کرو نہ اس خادم کا وقت ضایع کرو۔ لیکن یہ دعا ضرور مانگنی چاہیے کہ اے اللہ میں اس خَلِیْلٍ مَاکِرٍ سے پناہ چاہتا ہوں اِنْ رَاٰی حَسَنَۃً دَفَنَھَا جب وہ کوئی خوبی دیکھے تو اس پر مٹی ڈال کر چھپا دے، وَاِذَا رَاٰی سَیِّئَۃً اَذَاعَھَا اور کوئی برائی دیکھے تو اس کو ادھر ادھر پھیلاتا ہے۔ ایسے دوست سے اللہ کی پناہ مانگنی

۲۲؎ کنز العمال: ۱۸۵/۲ (۳۶۶۶)، الباب الثامن "الدعاء"، مؤسسة الرسالة

چاہیے۔ اگر ہم میں دینداری کی ہوس ہے، اختر اپنے کو بھی شامل کرکے کہتا ہے کہ اگر ہم اللہ والا بننا چاہتے ہیں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ[۲۳] پر عمل کریں۔ محدثین نے اس کی شرح کی ہے کہ سارے عالم کے لیے دل سے بھی خواہ ہو جاؤ۔ اس پر خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

ستائے بھی کوئی تو پائے دعائیں
گدا ہوں میں سب کا بھلا چاہتا ہوں

وسوسہ اور الہام میں فرق

تو میں عرض کر رہا تھا کہ نفس کا مزہ لینے کے لیے کسی کا بھی استہزاء و استخفاف نہ ہو۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بھائی میری اور ان کی بے تکلفی ہے۔ یہ بڑا نازک مسئلہ ہے، اس کو بہت سوچنا چاہیے، بار بار اللہ سے دعا کرنی چاہیے، جب فہم سلیم عطا ہوگا اور دل نورانی ہو جائے گا تو دل میں خود کھٹک پیدا ہونے لگے گی لیکن ہر کھٹک پر خود ہی عمل نہ کریں اس کے لیے اللہ والوں سے مشورہ کریں کیوں کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی وسوسہ اور الہام میں خلط ہو جاتا ہے، اسی لیے تقویٰ اختیار کرنا چاہیے، کبھی خطا سے، گناہ سے قلب میں ایک اثر پیدا ہوتا ہے جس سے لَا یُفَرِّقُ بَیْنَ الْوَسْوَسَۃِ وَالْاِلْھَامِ پھر وسوسہ اور الہام میں تمیز نہیں کرتا اور آدمی اپنے نفس کی خواہش کے مطابق تاویل کر لیتا ہے۔

دین کے خلاف کام دیکھ کر خاموش رہنا مستحسن نہیں

میں آپ لوگوں سے خصوصاً ان سالکین کرام سے عرض کرتا ہوں جو اللہ اللہ کرتے ہیں کہ اگر تم کسی سے دوستی کرو چاہے وہ تم کو کتنی ہی شاندار کاروں میں گھماتا ہو، کتنا ہی تمہارے اوپر احسان کرتا ہو، لیکن اگر شریعت کا منکر ہے تو اس کے احسانات سے نہ دبو، محسنِ حقیقی خدا ہے، خدا نے اس کے ذریعے سے آپ کی مصیبت ٹلوائی اور خدا نے اس کے ذریعے سے آپ پر احسان کرایا، اگر اللہ نہ چاہتا تو وہ ہرگز کچھ نہیں کر سکتا تھا، لہٰذا اگر اس کے یہاں

[۲۳] صحیح البخاری: ۱۳/۱، باب قولہ الدین النصیحۃ، المکتبۃ المظھریۃ

تصویریں دیکھتے ہو یا کوئی اور منکر ہے تو مداہنت مت کرو، تنہائی میں اس سے کہو، خود نہیں کہہ سکتے تو کسی بزرگ سے درخواست کرو کہ آپ کسی اچھے پیرائے سے اس بات کو پیش کردیں۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ آپ کے سامنے منکرات اور خلافِ شریعت باتیں ہوں اور آپ خاموش رہیں، منکرات اور اللہ کی نافرمانی سے غم نہ پیدا ہو۔ اور آج کل تو یہ معاملہ ہو گیا ہے کہ اگر کوئی شخص منکر پر کچھ گزارش کرے تو اُلٹا اس میں عیب نظر آنے لگتا ہے، اُلٹا وہی نگاہوں سے گر جاتا ہے۔

میں اپنے دوستوں کے لیے بھی یہی چاہتا ہوں کہ لوگوں سے اللہ کے لیے دوستی کرو اور جہاں کوئی نامناسب بات معلوم ہو اس معاملے میں خاموش نہ رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت سے ہٹ جاؤ گے، اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت سے محرومی ہمارے لیے زیادہ مضر ہے بنسبت اس کے کہ کچھ دوست ہم کو نادانی سے چھوڑ دیں لہٰذا اللہ کی نظر عنایت کے سامنے مخلوق کی نظر عنایت کو اہمیت مت دو۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی غیبت سے نفرت

مجھے غیبت سے سخت ظلمت محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے میں اعلان کرتا ہوں کہ جس کو اختر سے محبت ہو، جو میری مجلس میں آئے، اسے اگر کسی مسلمان، کسی عالم کے بارے میں تبصرہ اور تنقید کرنی ہے تو وہ مجھ سے بالکل تعلق نہ رکھے۔

کل ایک صاحب آئے انہوں نے کہا کہ فلاں مشہور مولانا کے صاحبزادے نے ایک دوسرے مولانا کی مخالفت میں فلاں فلاں کام کیے۔ میں نے ان سے کہا کہ خاموش رہو، خبردار میرے سامنے کسی عالم کا نام لیا۔ وہ دونوں عالم ہیں، علماء کا گوشت مت کھاؤ، وہ دونوں اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں لہٰذا میرے سامنے انہیں کچھ مت کہو۔ کیا تم سے قیامت کے دن ان کے بارے میں کچھ پوچھا جائے گا؟ میاں اپنی فکر کرو، دوسروں کے چالان کی فکر ہے اور اپنے پھانسی کے کیس کی فکر نہیں۔ آپ اپنی شکل دیکھیں کہ داڑھی بھی نہیں ہے، ٹخنے سے نیچے پاجامہ ہے اور علماء پر اعتراض کررہے ہیں کہ صاحب میں اشکال حل کررہا ہوں۔ میں نے کہا کہ پہلے اپنی ذات کی اشکال حل کرو۔ مجھے ان کی بات سے اتنا صدمہ ہوا کہ میں نے ان

سے کہا کہ خبر دار آئندہ میرے سامنے کسی کی برائی نہ بیان کریں، ہمارے سب علماء محترم ہیں، ان کا حساب اللہ میاں لیں گے۔ وہ صاحب میری بات سن کر بہت شکریہ ادا کر کے گئے، کہنے لگے میری آنکھیں کھل گئیں۔ الحمد للہ ان کو بات سمجھ میں آگئی۔

علماء کے بارے میں محتاط رہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **مَنْ لَّمْ يُبَجِّلْ عَالِمِيْنَا فَلَيْسَ مِنَّا**[۲۴] جو علماء کی عزت پر ہاتھ ڈالتا ہے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے **اِتَّقُوْا زَلَّةَ الْعَالِمِ فَانْتَظِرُوْا فَيْأَتِيَهٗ**[۲۵] جب تم کسی عالم کی لغزش کو دیکھو، جب کسی عالم کی کوئی کوتاہی نظر آئے، کسی عالم کی لغزش آنکھوں سے بھی دیکھ لو تو تم اس بات میں اس کی پیروی مت کرو بلکہ اس کے رجوع کا انتظار کرو، ہو سکتا ہے کہ وہ توبہ کرلے، اس کے بارے میں ادھر ادھر باتیں پھیلانے میں جلدی مت کرو۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ کے دو لڑکوں میں لڑائی ہو جائے تو بادشاہ فیصلہ کرے گا، اگر رعایا ان کی غیبت کرے گی تو بادشاہ کے جوتوں سے ان کی کھوپڑی نہیں بچ سکتی۔

صحابہ کا مقام تاریخ کی کتابیں نہیں قرآن و حدیث متعین کرتے ہیں

اسی طرح یاد رکھو صحابہ کے معاملات آپس میں جو کچھ بھی ہیں مگر وہ سب **رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ**[۲۶] میں داخل ہیں، سب **لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ**[۲۷] کے تحت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پہلے لفظ **لَامْ** پھر **قَدْ** داخل کیا اور پھر ماضی کے صیغہ سے بیان کیا یعنی تین مرتبہ تاکید لا کر یہ بات بیان فرمائی کہ میں نے سب صحابہ کو معاف کر دیا۔ اب کس کا منہ ہے کہ

---

۲۴ کنز العمال:۹/۱۵۷(۲۵۵۰۳۳)،التعظیم والقیام، مؤسسة الرسالة، ذکرہ بلفظ بجلوا المشایخ فإن تبجیل المشایخ من إجلال الله، فمن لم یبجلهم فلیس منا

۲۵ فیض القدیر:۱/۱۴۰(۱۱۳۸)،حرف الهمزة، المکتبة التجاریة الکبرٰی، مصر/ قال العجلونی فی کشف الخفاء: قال المناوی ضعیف لکنه بمعنیً علی ما رواہ البیهقی عن ابن عمر مرفوعا ان اشد ما اتخوف علی امتی ثلاثة: زلة عالم... الخ

۲۶ المائدة:۱۱۹

۲۷ الفتح:۱۸

ان کا مقدمہ اپنی عدالت میں لگائے۔ یہ گمراہ لوگ تاریخ کے حوالوں سے صحابہ پر حملہ کرتے ہیں اور قرآن و حدیث کو نہیں دیکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ میں تاریخ کا سامنا کرتا ہوں اور علماء تاریخ کا سامنا کرنے سے بھاگتے ہیں۔ یہ وہ خبیث لوگ ہیں جو قرآن و حدیث کا سامنا کرنے سے بھاگتے ہیں، صحابہ کا جو مقام قرآن و حدیث نے متعین کیا ہے تم اس کا سامنا کرنے سے بھاگتے ہو، قرآن و حدیث کے سامنے تاریخ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مفتی شفیع صاحب نے فرمایا کہ تاریخ کے سامنے سے بھاگنے سے کوئی گناہ نہیں ہے کیوں کہ تاریخ ایک غیر معتبر چیز ہے، حدیث اور قرآن کے مقابلے میں تاریخ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ آج کسی علاقے میں گولی چل جائے تو ایک آدمی آپ سے کہے گا کہ ایک ہزار آدمی مر گئے، دوسرا کہے گا کہ پانچ سو مر گئے، تیسرا کہے گا سو آدمی مرے، چوتھا کہے گا مکھی بھی نہیں مری۔ تو روایات میں کتنا اختلاف ہو گیا حالاں کہ آپ کے شہر کا معاملہ ہے اور تم باتیں کرتے ہو چودہ سو برس پہلے کے واقعہ کی جبکہ روافض اور اس قسم کے نہ جانے کیسے کیسے اہلِ ضلالت اور گمراہ لوگوں نے تاریخ میں گمراہ کن چیزیں پھیلا دیں۔ تاریخ قرآن و حدیث کے سامنے کیا چیز ہے؟ قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے اس میں لزوماً حدیث کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے، دلالتِ التزامی سے حدیث کی حفاظت بھی اللہ کے ذمے ہے کیوں کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے۔

احادیثِ مبارکہ کی حفاظت پر علمی مضمون

اب مقدمہ بھی سن لیجیے کہ قرآن کی تفسیر کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ قرآن کی تفسیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا **كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ**[۲۸] آپ کا اخلاق قرآن ہے۔ جب قرآن کی حفاظت اللہ کے ذمے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں قرآن کی تفسیر ہیں تو کیا حدیث کی حفاظت بھی اللہ کے ذمے نہیں ہوگی؟ جیسے آپ کا چوکیدار گیٹ پر کھڑا مکان کی حفاظت کر رہا ہے لیکن مکان کے اندر کی چیزیں چوری ہو گئی ہیں تو آپ اس کو کہیں گے کہ تم کیسے محافظ ہو۔ اسی طرح اگر قرآن کے الفاظ کی تو حفاظت ہو گئی لیکن معنیٰ میں رد و بدل ہو گیا اور معنیٰ محفوظ نہ رہے تو کیا

۲۸؎ كنز العُمّال: ۷/۱۳۷(۱۸۳۴۸)، باب فی شمائل تتعلق بالاخلاق، مؤسسة الرسالة

اندر کی چوری سے قرآن پاک کی حفاظت تام کہلائے گی؟ حفاظت جب تام اور کامل ہوگی جب الفاظ کی حفاظت بھی ہو اور معنیٰ کی حفاظت بھی ہو اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب احادیث کی حفاظت ہو۔

جتنی باتیں میں نے گزارش کی ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔ اختر آپ سب سے زیادہ دعا کا محتاج ہے لہٰذا اپنی دعا میں مجھے بھی شامل رکھیے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے عمر! عمرہ کرنے جارہے ہو مجھ کو اپنی دعا میں نہ بھولنا، سبحان اللہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں سے دعا کے لیے کہنا بھی سنت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں، ہمارے بزرگوں کی برکت سے ہمارے ایمان اور یقین کو کامل فرمادیں اور ہمیں تقویٰ کی راہ دکھادیں اور جو لغزشیں ہم سے ہوگئی ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو معاف فرمادیجیے، اپنے حقوق میں اور اپنی مخلوقات کے حقوق میں سو فی صد ہمیں متقی بنادیجیے اور اپنی رضا کی راہیں ہم کو دکھادیجیے۔ ہمارے نفس کی ہر سانس آپ کے کرم کی دستگیری اور رہنمائی کی محتاج ہے۔ اے خدا ایک لمحے کو بھی ہم کو ہمارے نفس کے حوالے نہ فرمایئے اور سو فی صد ہمیں اپنی مرضی پر چلنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ ہمارے سینوں کو اولیائے صدیقین کی محبت کا وہ درد عطا فرمایئے جس کی وجہ سے وہ تمام گناہوں سے محفوظ ہوگئے تھے اور ایمان ان کو محبوب ہوگیا تھا، ایمان ان کے دلوں میں مزین ہوگیا تھا، کفر و فسق اور عصیان مغلوب ہوگیا تھا اور ان کو چھوٹے بڑے گناہوں سے نجات مل گئی تھی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فسوق سے مراد کبیرہ گناہ ہیں اور عصیان سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔ ایمان جب ہی کامل ہوگا جب چھوٹے بڑے سب گناہوں سے ہم محفوظ ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ اس مجلس کو قبول فرمائے، اس خانقاہ کو اپنی رحمت سے قبول فرمائے، اختر تو یا اللہ کچھ بھی نہیں ہے، آپ کے مقبولین اور آپ کے نیک بندوں کے حسن ظن نے یہاں بٹھایا ہے، آپ اپنی رحمت سے اپنے طالبین کو دین سیکھنے کی اور مجھے انہیں دین سکھانے کی توفیق اپنی مرضی کے مطابق نصیب فرمایئے اور بڑے بڑے اولیاء اللہ، اقاطیب ارشاد کی تربیت کا

شرف اپنے فضل سے اختر کو عطا فرمائیے۔ اگر آپ چاہیں تو مچھر سے کام لے لیں، اگر آپ چاہیں تو مردہ سے کام لے لیں، نہ چاہیں تو شیر اور ہاتھی بھی کچھ نہیں۔ یا اللہ اپنی رحمت سے ہم سے کام لے لیجیے، اخلاص عطا فرما دیجیے، قبول فرما لیجیے، حب جاہ اور نام و نمود سے حفاظت نصیب فرما دیجیے۔ اور یہ باتیں جو عرض کی گئی ہیں اللہ ہمارے قلوب میں ان کو اتار دیجیے، اگر آپ چاہیں تو ایک ہی مجلس آپ کی نسبت مع اللہ، آپ کے ساتھ خصوصی تعلق کے لیے کافی ہو جائے۔ اے ہادیِ مطلق اپنی رحمت سے اپنی رحمت ہم پر نازل فرمائیے، ہم سب جتنے بیٹھے ہیں ہم کو اور ہمارے تمام متعلقین کو اپنے اولیاء کے گروہ میں شامل کر لیجیے اور اپنے اولیاء اور اپنے دوستوں کے اخلاق و اعمال ہم سب کو نصیب فرما دیجیے اور اپنی ناراضگی اور غضب کے اعمال سے ہمیں نفرت اور کراہت کی توفیق عطا فرما دیجیے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

❋❋❋❋

دیدۂ اشک باریدہ

لذّتِ قربِ ندامت گریۂ زاری میں ہے
قرب کیا جانے جو دیدۂ اشک باریدہ نہیں

جس کو استغفار کی توفیق حاصل ہو گئی
پھر نہیں جائز یہ کہنا کہ وہ بخشیدہ نہیں

اختر

اس وعظ سے کامل نفع حاصل کرنے کے لیے یہ دستور العمل کیمیا اثر رکھتا ہے

دستور العمل

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

وہ دستور العمل جو دل پر سے پردے اٹھاتا ہے، جس کے چند اجزاء ہیں، ایک تو کتابیں دیکھنا یا سننا۔ دوسرے مسائل دریافت کرتے رہنا۔ تیسرے اہل اللہ کے پاس آنا جانا اور اگر ان کی خدمت میں آمد و رفت نہ ہو سکے تو بجائے ان کی صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات و ملفوظات ہی کا مطالعہ کرو یا سن لیا کرو اور اگر تھوڑی دیر ذکر اللہ بھی کر لیا کرو تو یہ اصلاحِ قلب میں بہت ہی معین ہے اور اسی ذکر کے وقت میں سے کچھ وقت محاسبہ کے لیے نکال لو جس میں اپنے نفس سے اس طرح باتیں کرو کہ:

''اے نفس! ایک دن دنیا سے جانا ہے۔ موت بھی آنے والی ہے۔ اُس وقت یہ سب مال و دولت یہیں رہ جائے گا۔ بیوی بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اور گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کے قابل نہیں ہے۔ اس لیے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لیے کچھ سامان کر۔ عمر بڑی قیمتی دولت ہے۔ اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر۔ مرنے کے بعد تو اُس کی تمنا کرے گا کہ کاش! میں کچھ نیک عمل کر لوں جس سے مغفرت ہو جائے۔ مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہ ہوگی۔ پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس وقت اپنی مغفرت کا سامان کر لے۔''

❀❀❀❀

امورِ عشرہ برائے اصلاحِ معاشرہ

از محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے دوسرے احکام کی پابندی کی توفیق ان شاءاللہ تعالیٰ ملے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقوی کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا، اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بد نگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاق ذمیمہ (برے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص و طمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائل تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سنن میں سے قراءت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقہ کو سیکھنا نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کر کے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷۔ سنن عادات کا بھی خاص خیال رکھنا، مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ۔ مسنون طریقہ پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلام پاک کے حُسن و جمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعد اخفاء و اظہار، معروف و مجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا یا ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات و معاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت و پریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں، نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر و ثواب ہو گا۔

۱۰۔ اپنے شب و روز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ موکدہ، سُنت غیر موکدہ، مستحب و مباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر و شرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

❁❁❁❁

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان اور بے مثل ذات تک پہنچنے کی راہ سراسر ادب و اعتدال پر مبنی ہے۔ اس میں جہاں اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں وہیں اس کے نبی کی عظمت، ادب اور اتباع کے آداب پر عمل پیرا ہونا بھی ہے۔ جہاں اپنے نفس کے حقوق ہیں وہیں اپنی ذات سے وابستہ لوگوں کے حقوق کی ذمہ داریوں کی رعایت رکھنا اور انہیں بحسن و خوبی ادا کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ حقوق اللہ کی ادائیگی کو عبادت اور بندوں کے ساتھ معاملات کرنے کو اخلاق کہتے ہیں۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ ''راہِ ادب و اعتدال'' میں عبادت اور اخلاق کے حصول کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ صحبتِ اہل اللہ بھی نہایت ضروری ہے ورنہ برے اخلاق اچھے اخلاق سے تبدیل نہیں ہو سکتے، اور شیطان مختلف طریقوں سے گناہوں میں مبتلا کر کے عبادتوں کا نور منٹوں میں خالی کرا دیتا ہے، چناں چہ زندگی گزر جاتی ہے مگر بندہ اللہ تک نہیں پہنچ پاتا اور دنیا سے وصول الی اللہ کی عظیم دولت سے محروم جاتا ہے۔

AW137